غالب کے لطیفے

غالب کے لطیفے

جامع

انتظام اللہ شہابی

حالی پبلشنگ ہاؤس دہلی

بار دوم

(محبوب المطابع برقی پریس دہلی)

تعداد طباعت ایک ہزار
قیمت ایک روپیہ چار آنہ
(عہ/۱ر)

فہرست لطائف

نمبر شمار	لطائف	صفحہ	نمبر شمار	لطائف	صفحہ
۱	عرض مرتب	۷	۱۵	خدا تمہیں پہونچنے کا زینہ	۱۸
۲	تینگ	۹	۱۶	مرزا غالب کی خودداری	۱۹
۳	حبس دوام	۱۰	۱۷	بیا برادر آ درے بھائی	۲۰
۴	مرے شبیر شاباش رحمت خدا کی	۱۱	۱۸	ستاروں کی بے نظمی	۲۱
۵	دسترخوان یزید و بایزید	۱۱	۱۹	ایک آنہ دینا تھا	۲۱
۶	گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل	۱۲	۲۰	دیوان فضل اللہ خاں انوری	۲۱
۷	گر نہیں ہیں مرے اشعار میں معنی نہ سہی	۱۲	۲۱	ادبی معرکہ	۲۲
۸	غربت	۱۳	۲۲	چکنی ڈلی	۲۴
۹	سنتم پیشہ ڈومنی	۱۴	۲۳	نعقبان فرنگ	۲۵
۱۰	کلام مربوط	۱۵	۲۴	تباں وتاسم	۲۶
۱۱	بدیہہ گوئی	۱۶	۲۵	فاقہ مستی	۲۷
۱۲	میری اور سودائی	۱۷	۲۶	حادثہ اسیری	۲۸
۱۳	ایں خانہ تمام آفتاب است	۱۷	۲۷	کالے کی قید	۲۹
۱۴	مکان کی تلاش	۱۸	۲۸	خامۂ بیدل	۲۹

نمبر شمار	لطائف	صفحہ	نمبر شمار	لطائف	صفحہ
۲۹	آم کی خوبی	۳۰	۴۶	غسل شاہ	۴۲
۳۰	گدھا آم نہیں کھاتا	۳۰	۴۷	شفا پائی	۴۲
۳۱	معتمد الدولہ	۳۱	۴۸	غالب و صہبائی	۴۲
۳۲	عیادت بہن	۳۱	۴۹	رُوزہ بہلانا	۴۳
۳۳	نواب شیفتہ	۳۲	۵۰	لطف عام	۴۳
۳۴	ستمرانی کی دُعا	۳۲	۵۱	غالب و مومن	۴۳
۳۵	دھوکے دھوکے میں نجات پا گئے	۳۲	۵۲	مشاعرہ	۴۵
۳۶	قادہ سے تعلق	۳۳	۵۳	شعر مومن کے بدلے دیوان غالب	۴۶
۳۷	مرزا رجب علی بیگ سرور	۳۴	۵۴	ذوق و غالب	۴۶
۳۸	مسجد کے زیر سایہ	۳۵	۵۵	دالی	۴۸
۳۹	معرکہ غالب اور ذوق	۳۵	۵۶	نواب تجمل حسین خاں	۴۸
۴۰	دربار کی غیر حاضری	۳۹	۵۷	ذوق فزا	۴۸
۴۱	شیطان کا قیدخانہ	۳۹	۵۸	مرگ ناگہانی	۴۹
۴۲	سنّی مسلمان	۴۰	۵۹	کھچڑی کھائی دل بہلائیے	۴۹
۴۳	روزہ کھانا	۴۰	۶۰	میرن صاحب	۵۰
۴۴	خس خانہ و برف آب کہاں سے لاؤں	۴۱	۶۱	نعلین تحت العین	۵۰
۴۵	خسرو و غالب	۴۱	۶۲	حضرت نواب	۵۱

نمبر شمار	لطائف	صفحہ
۶۳	بدیہہ گوئی	۵۱
۶۴	اسیر برابونی	۵۲
۶۵	نوشت وخواند	۵۲
۶۶	آم کی بہنگی	۵۳
۶۷	کیوں نہ دلی میں ہر اک ناچیز نوابی کرے	۵۳
۶۸	مینی روٹی	۵۴
۶۹	گدھے کی لات	۵۵
۷۰	میاں مٹھو	۵۵
۷۱	شیطان غالب ہے	۵۵
۷۲	ما دارالہنری	۵۶
۷۳	سیم کے بیج	۵۶
۷۴	سالگرہ	۵۷
۷۵	دلی	۵۷
۷۶	سکہ	۵۸
۷۷	علی بہادر خاں	۵۸
۷۸	درد جدائی اسد اللہ خاں نہ پوچھ	۵۹
۷۹	باغی مسلمان	۵۹
۸۰	آدھا مسلمان	۶۰
۸۱	پاؤں دابنے کی اجرت	۶۰
۸۲	خدا کے سپرد	۶۱
۸۳	لَم یَلِد وَلَم یُولَد	۶۱
۸۴	آپ کو	۶۱
۸۵	رتھ مذکر و مؤنث	۶۲
۸۶	کیڑا کھانا	۶۲
۸۷	ناصر علی	۶۲
۸۸	شیخ علی حزیں	۶۳
۸۹	پھانسی کا پھندا	۶۴
۹۰	بسمل	۶۴
۹۱	تف بریں وبا	۶۵
۹۲	وبائے عام میں مرنا کسر شان تھی	۶۵
۹۳	پنجابی مثل	۶۶
۹۴	چودہ طبق روشن	۶۶
۹۵	پنیس	۶۶
۹۶	خضر سلطان	۶۷

نمبر شمار	لطائف	صفحہ	نمبر شمار	لطائف	صفحہ
۹۷	کاغذی پیرہن	۶۸	۱۰۸	کیمیا و سیمیا	۷۲
۹۸	آپ شہید کب ہوئے	۶۸	۱۰۹	ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار	۷۴
۹۹	مجروح غالب	۶۹	۱۱۰	چھپ جانا	۷۴
۱۰۰	چھ ماہی	۶۹	۱۱۱	ابرِ مطیر	۷۵
۱۰۱	اب اس میں دم کیا ہے	۷۰	۱۱۲	دہلی ہیں	۷۶
۱۰۲	نکما کر دیا	۷۰	۱۱۳	قبالہ	۷۶
۱۰۳	بنام مرزا شہاب الدین احمد خاں	۷۰	۱۱۴	فرمائش علائی	۷۶
۱۰۴	سنتے ہو تراویح میں کتنا قرآن	۷۱	۱۱۵	عرضِ ہنر	۷۷
۱۰۵	بنام حضرت علائی	۷۱	۱۱۶	دردِ سر	۷۷
۱۰۶	اچھی جورو برے خاوند	۷۱	۱۱۷	موت کی آرزو	۷۸
۱۰۷	دکان بے رونق	۷۲			

عرضِ مرتّب

مولانا حالی لکھتے ہیں:۔

"نجم الدولہ دبیر الملک نواب مرزا اسد اللہ خاں غالب اکبر آبادی

کی

تقریر میں ان کی تحریر اور ان کی نظم و نثر سے کچھ کم لطف نہ تھا اور اس وجہ سے لوگ ان سے ملنے اور ان کی باتیں سننے کے مشتاق رہتے تھے وہ زیادہ بولنے والے نہ تھے مگر جو کچھ اُن کی زبان سے نکلتا تھا لطف سے خالی نہ ہوتا تھا۔ ظرافت مزاج میں اس قدر تھی کہ اگر ان کو بجائے حیوان ناطق کے حیوان ظریف کہا جائے تو بجا ہے۔ حسن بیان، حاضر جوابی اور بات میں بات پیدا کرنا ان کی خاص خصوصیات میں سے تھا۔

اگر کوئی ان کے تمام ملفوظات جمع کرتا ایک ضخیم کتاب لطائف کی تیار ہو جاتی۔"

مولانا نے اپنی تصنیف یادگار غالب میں زیادہ سے زیادہ لطیفے جمع کر دیئے ہیں شمس العلماء مولانا آزاد نے آب حیات میں ادبی روایات غالب کو جگہ دی۔ اردوئے معلیٰ میں رقعات کی بعض عبارتیں لطیفہ اور ظرافت کا چٹخارہ لئے ہوئے ہیں۔ ہر دو کتب سے

اقتباس کر کے "لطائف غالب" کتاب شائع ہوئی مگر یہ ناکافی تھی۔

اب سے کچھ دن پہلے کے لوگوں کو جنہوں نے مرزا کو دیکھا تھا۔ بہت سے لطائف ان کے نوکِ زبان تھے اپنے بزرگوں سے اکثر غالب کے چٹکلے لطیفے سنا کرتا آج میرے حافظہ میں بہت کچھ محفوظ بھی ہیں میرے پھوپا خواجہ غلام غوث بیخبر خاں بہادر ذوالقدر سے مرزا صاحب کے گہرے مراسم تھے ان کے خطوط کا مجموعہ عود ہندی بیخبر صاحب نے ہی مرتب کیا اس میں جن اصحاب و اعزا کے نام رقعات ہیں۔ ان کے احوال مخاطبین غالب کے نام سے راقم سطور نے کتابی صورت میں شائع کئے۔ پنڈت جوہش پرشاد صاحب مولوی فاضل صدر شعبۂ اردو ہندو یونیورسٹی بنارس نے مرزا صاحب کے احباب کے حالات جو حذف کئے ہیں نے تفصیل سے ان کو لکھ دئے۔ مولانا امتیاز علی خاں صاحب عرشی رام پوری نے پنج آہنگ کی ترتیب کے سلسلہ میں جو خدمت لی بلا عذر تعمیل کر دی۔ کارکنان حالی پبلشنگ ہاؤس نے اصرار کیا حالی پبلشنگ ہاؤس کے لئے "غالب کے لطیفے" ترتیب دیدوں۔ چنانچہ یادگار غالب، آب حیات، اردوئے معلیٰ" اور اپنی یادداشت سے ان کے یہاں بیٹھ کر "غالب کے لطیفے" کتاب مرتب کر دی۔ لطائف کے لطائف اور مرزا صاحب کی زندگی کا ایک مختصر مرقع ہے۔ لطیفے پڑھتے جائیے اور مرزا صاحب سے باتیں کرتے جائیے۔ میری یہ ناچیز شے کا شکریہ فرمانا۔ ناظرین کی قبولیت پر ہے۔

انتظام اللہ شہابی

پتنگ

"نواب مرزا اسد اللہ خاں غالب اکبرآبادی کے والد ماجد مرزا عبداللہ بیگ خاں نے آخری عمر میں راؤ راجہ بختاور سنگھ کی فوج میں ملازمت اختیار کر لی تھی۔ الور میں کسی جنگ میں اپنے رسالہ کے ساتھ تھے کام آئے۔ مرزا نصر اللہ بیگ خاں صوبہ دار اکبرآباد نے برادر زدہ کو سایۂ عاطفت میں لے کر پرورش کی پھر مرزا اپنے نانا خواجہ غلام حسین خاں کمیدان جو سرکار میرٹھ کے ایک فوجی افسر اور آگرہ کے عمائد سے تھے ان کے پاس آن رہے خواجہ کی وسیع املاک تھی مرزا کی امیرانہ طور طریق سے گذرنے لگی۔ ملا محمد معظم سے فارسی علوم کی تحصیل کی۔ کچھ عرصہ میاں نظیر سے بھی علمی استفادہ کیا۔ پھر ملا عبدالصمد ایرانی سے مستفیض ہوئے۔ مرزا کا کھیل کود میں جی خوب لگتا تھا۔ پتنگ بازی سے دلی شوق تھا۔ اپنی حویلی کلاں محل پر سے راجہ بلوان سنگھ کاشی سے پیچ لڑایا کرتے نو دس سال کی عمر تھی۔ ان کے دوست کنہیا لال نے کہا۔ "پتنگ پر ایک مثنوی تو کہہ دو"۔ شعر گوئی کا شوق مکتب سے تھا استاد کا رنگ پڑے بغیر نہ رہا۔ چنانچہ مثنوی پتنگ پر لکھ دی۔ فرماتے ہیں:-

ایک دن مثل پتنگ کاغذی   لے کے دل سر رشتۂ آزادگی

خود بخود کچھ ہم سے کنہیا نے کہا   اس قدر بگڑا کہ سر کھانے لگا

میں نے کہا اے دل ہوائے دلبراں   بسکہ تیرے حق میں یہ کہتی ہے زباں

پیچ ہیں ان کے نہ آنا زینہار — یہ نہیں ہیں گے کسو کے دل سے یار
گورے پنڈے پر نہ ان کے کر نظر — کھینچ لیتے ہیں یہ ڈورے ڈال کر
اب تو مل جائے گی ان سے تری سانٹھ — لیکن آخر کو پڑے گی ایسی گانٹھ
سخت مشکل ہوگا سلجھانا ترا — قہر ہے دل ان سے الجھانا ترا
یہ جو محفل میں بڑھاتے ہیں تجھے — بھول مت اس پر اڑاتے ہیں تجھے
ایک دن تجھ کو اڑا دیں گے کہیں — مفت میں ناحق کٹا دیں گے تجھے
دل نے سن کر کانپ کر کھا پیچ و تاب — غوطہ میں جا کر دیا کٹ کر جواب

رشتہ در گردنم افگندہ دوست
مے برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

حبس دوام

مرزا صاحب ایک دوست کو لکھتے ہیں۔

"۱۲۲۵ھ کو میرے واسطے حکم دوام حبس صادر ہوا۔ ایک بیڑی (یعنی بیوی) میرے پاؤں میں ڈال دی اور دلی شہر کو زندان مقرر کیا اور مجھے اس زندان میں ڈال دیا۔"

مرے شیر شاباش رحمت خدا کی

ایک صاحب بنارس سے دلی آئے۔ مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انکے شعر کی بہت تعریف کی۔ مرزا نے کہا ارشاد ہو وہ کونسا شعر ہے انہوں نے میر امانی تخلص اسد شاگردِ سودا کا شعر پڑھا۔

اسد اس جفا پر بتوں سے وفا کی　　　مرے شیر شاباش رحمت خدا کی

مرزا سنکر کہنے لگے "اگر یہ کسی اور اسد کا شعر ہے تو اس کو رحمت خدا کی ہو اور اگر مجھ اسد کا شعر ہے تو مجھے لعنت خدا کی۔"

~~~~ (×) ×× (×) ×× (×) ~~~~

دسترخوان یزید و بایزید

ایک روز دوپہر کا کھانا آیا اور دسترخوان بچھا۔ برتن تو بہت سے تھے مگر کھانا نہایت قلیل تھا۔ مرزا صاحب نے مسکرا کر کہا "اگر برتنوں کی کثرت پر خیال کیجئے۔ تو میرا دسترخوان یزید کا دسترخوان معلوم ہوتا ہے۔ اور جو کھانے کی مقدار کو دیکھئے تو بایزید"

~~~~(× × × × ×)~~~~

گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل

دلی کی ایک صحبت میں ارباب سخن بیٹھے ہوئے تھے حضرت آزردہ۔ صہبائی، نواب شیفتہ، مولانا فضل حق۔ مرزا غالب نے اپنا کلام تو تصنیف سنایا، آزردہ نے اعتراض کر دیا مولانا فضل حق نے مرزا صاحب سے کہا "حضرت شعر ایسا تو کہو جو قریب الفہم ہو چیستاں تو نہ ہو" اس پر مرزا صاحب نے فی البدیہہ فرمایا

مشکل ہے زبس کلام میرا اے دل　　سن سن کے اسے سخنوران کامل

آسان کہنے کی کرتے ہیں فرمائش　　گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل

~~~~~~~~× × × × × ×~~~~~~~~

گر نہیں ہیں مرے اشعار میں معنی نہ سہی

ایک دفعہ مولوی عبدالقادر رامپوری جو نہایت ظریف الطبع تھے اور جن کو چند روز قلعۂ دہلی سے تعلق بھی رہا تھا۔ مرزا سے کسی موقع پر یہ کہا کہ "آپ کا ایک اردو شعر سمجھ میں نہیں آتا" اور اسی وقت دو مصرعے خود موزوں کر کے مرزا کے سامنے پڑھے۔

پہلے تو روغن گل بھینس کے انڈے سے نکال
پھر دوا جتنی ہے کل بھینس کے انڈے سے نکال
~~~~~~~~

مرزا پہلے تو سنکر حیران ہوئے اور کہا حاشا یہ میرا شعر نہیں۔ عبد القادر از راہ
مزاح کہنے لگے آپ کے دیوان میں موجود ہے میں نے خود دیکھا ہے اور دیوان ہو
تو میں دکھا دوں۔ آخر مرزا صاحب سمجھے کہ مجھ پر اس پیرایہ میں عبد القادر اعتراض
کرتے ہیں۔ آخرش کبیدہ خاطر ہو کے بولے:-

نہ ستائش کی تمنا نہ صلہ کی پروا
گر نہیں ہیں مرے اشعار میں معنی نہ سہی

غربت

مرزا صاحب دلی میں آگرہ سے آکے ایسے بسے کہ پھر وطن جانے کا نام
تک نہ لیا۔ دلی کے اہل علم میں دھاک تھی۔ فضل و کمال سے چار چاند لگے ہوئے
تھے۔ البتہ دلی کے بعض شعراء کو انکی قبولیت کھٹکی، نوک جھونک کرنے لگے
حکیم آغا جان عیش کو مرزا سے بلا پرخاش سی تھی۔ حضرت ذوق بھی ان سے کچھ
خوش نہ تھے۔ حکیم صاحب خود تو میدان میں آتے نہیں۔ لو رہے عبد الرحمٰن نامی جو
مکتب داری کرنے دلی آ بسا تھا اس کو گھیر لیا۔ ملا جی کی بڑی داڑھی اس پر بڑی اور پتیلی
سر منڈا ہوا۔ اس پر گول عمامہ فقط۔

میاں جی، "کھٹ بڑھئی" نظر آتے۔ حکیم صاحب نے "ہد ہد" تخلص رکھا۔ خود کہتے
اور اس کی زبان سے دوسروں پہ کہلوا لیتے۔ اس طرح گویا یہ دل کی بھڑاس
نکالا کرتے۔ ابو ظفر شاہ بہادر سے تقریب کرا کر ظہیر الملک ہد ہد الشعراء منقار جنگ بہادر

خطاب بھی دلوادیا۔ ایک مشاعرہ میں حکیم مومن خاں مومن، حضرت ذوق، مرزا غالب اور دلی کے کئی اساتذہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ہُدہُد نے حکیم صاحب کے اشارے سے شعر پڑھا اور کہا کہ حضرت غالب کے انداز پر عرض ہے:۔

مرکزِ محورِ گردوں بہ لبِ آب نہیں
ناخنِ قوس قزح شبنہ مضراب نہیں

بقول مولانا آزاد "غالب مرحوم تو ہنتے رہے یا نہئے سنا اور ہنتے رہے" اور فرمایا:۔

نہی وطن میں شان کیا غالب کہ ہو غربت میں قدر
بے تکلف ہوں وہ مشت خس کہ گلخن میں نہیں

ستم پیشہ ڈومنی

اللہ بخشے حکیم محمد احمد خاں مرحوم یہ لطیفہ سناتے تھے۔

مرزا غالب کی شادی نواب الٰہی بخش خاں معروف کی صاحبزادی امراؤ بیگم سے ہوئی تھی۔ نواب صاحب کے یہاں تہواروں پر ڈومنیاں آیا کرتیں ایک ڈومنی سج دھج کی آفت کی پرکالہ تھی اس پر طبیعت آگئی مگر وہ بغیر منہ کے مرزا سے تعلق پسند نہ کرتی تھی۔ آخرش وقتی سلسلہ قائم ہوگیا۔ مگر وہ تھی بڑی غالی سنی وصوفی سے بڑی جلتی مگر جس گھر میں آتی وہ ہر دو باتوں سے متصف تھے۔ مرزا صاحب نے اس ستم پیشہ پر ایک شعر میں لطیف اشارہ کیا ہے ؎

اس جفا مشرب پہ عاشق ہوں کہ سمجھے ہے اسد
مال سُنی کا مُباح اور خونِ صوفی کا حلال

کلام مربوط

"ہندوستان میں فارسی زبان کا چراغ مدت سے ٹمٹما رہا تھا اور فارسی شاعری کی عمر طبعی اختتام کے قریب پہنچ گئی تھی مگر حسن اتفاق سے مولانا فضل حق مفتی صدر الدین خاں آزردہ مولوی عبداللہ خاں علوی، مولوی امام بخش صہبائی، حکیم مومن خاں مومن، نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ، نواب ضیاالدین احمد خاں نیر سید غلام علی خاں وحشت، مرزا غالب، یہ سب ایک سماں باندھے ہوئے تھے۔ اور فارسی کی گرم بازاری ہوگئی تھی۔ ایک دن حضرت آزردہ کے یہاں سب بیٹھے ہوئے تھے۔ مرزا غالب کے ہاتھ میں چند ورق تھے۔ مولانا آزردہ سے مزاح کے طور پر کہا۔ "دیکھئے کسی ایرانی شاعر نے کیا زبردست غزل لکھی ہے"، یہ کہہ کر غزل پڑھنی شروع کی۔ مگر آزردہ قرینہ سے سمجھ گئے کہ مرزا کا یہ کلام ہے۔ مسکرا کر جیسی انکی عادت تھی کہنے لگے: "کلام مربوط ہے مگر نو آموز کا کلام معلوم ہوتا ہے"۔ سب حاضرین ہنس پڑے۔ مرزا صاحب نے مقطع دردناک آواز سے پڑھا۔

تو ایکہ محوِ سخن گسترانِ پیشینی ۔
مباش منکرِ غالب کہ در زمانۂ تست

~~~~~~ (* * (بجز) * *) ~~~~~~
~~~~~~

بدیہہ گوئی

مرزا غالبؔ چند دن کے لئے آگرہ آئے ہوئے تھے۔ انکی تشریف آوری کی تقریب میں مفتی انعام اللہ ساحرؔ نے ایک ادبی صحبت منعقد کی۔ مہاراجہ بلوان سنگھ راجہ اسیر خلیفہ گلزار علی شیونؔ۔ غلام قطب الدین خاں باطنؔ۔ شورشؔ زین العابدین وغیرہ شریک ہوئے۔ ایک مشاعر درگا بائی صنم بھی شمولیت کے لئے آئی۔

صنمؔ جس انداز دلربائی اور طرح داری کے ساتھ مجلس میں آئی۔ ہر ایک کی نگاہ اس پر جم گئی۔ مرزا صاحب نے اپنے دوست مرزا حسام الدین بیگ کی طرف دیکھ کر صنم کی طرف اشارہ کیا ؎

سیاہ چوٹی زرافشاں مانگ سبز اسپر دوشالہ ہے
غضب ہے پر طاؤس میں کالے کو پالا ہے

ہر ایک نے اپنا اپنا غیر طرحی کلام پڑھا۔ شیخ احمد علی شیونؔ نے اپنی غزل سنائی ؎

اس طرح کا آرام میسّر ہے کہاں اور
بہتر نہیں مرقد کے سوا کوئی مکاں اور

سُن کر مرے اشعار وہ فرماتے ہیں شیونؔ
بندش ہے یہ کچھ اور یہ طرز بیاں اور

ہر ایک نے داد دی مگر مرزا صاحب شیونؔ کی نقل پر چیں بجبیں ہوئے۔ راجہ کے بعد مرزا صاحب نے غزل پڑھی ؎

ہے بس کہ ہر اک ان کے اشارے میں نشاں اور
کرتے ہیں محبت تو گزرتا ہے گماں اور

سوائے شیعوں کے سب نے داد دی

پوری غزل کے بعد مقطع ارشاد ہوتا ہے :-

ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالبؔ کا ہے انداز بیاں اور

میری اور سودائی

ایک مجلس میں مرزا صاحب اور شیخ ابراہیم ذوق دونوں موجود تھے۔ مرزا صاحب نے میرتقی کی تعریف کی ذوق نے سودا کو میرتقی پر ترجیح دی۔ مرزا جنابِ ذوق سے فرماتے ہیں، :-

"میں تو آپ کو میری سمجھتا تھا
مگر اب معلوم ہوا کہ آپ سودائی ہیں"

این خانہ تمام آفتاب است

مولانا حالی فرماتے تھے کہ :-

ایک روز مرزا صاحب نواب مصطفےٰ خاں کے مکان پر گئے۔ مکان سے آگے تاریک چھتہ تھا چھتے سے گزر کر دیوان خانہ کے دروازہ پر پہنچے جہاں نواب صاحب استقبال کے لیے کھڑے تھے۔ مرزا صاحب نے فرمایا :-

آب حیواں درون تاریکی است"

جب دیوان خانہ میں داخل ہوئے تو اس کے دالان میں بسبب شرق رویہ ہونے کے دھوپ بھری ہوئی تھی۔ مرزا صاحب نے کہا:۔

"ایں خانہ تمام آفتاب است"

(✻)

مکان کی تلاش

ایک دفعہ مرزا صاحب مکان بدلنا چاہتے تھے۔ ایک مکان خود جاکر دیکھا مگر اس کی محلسرا نہ دیکھ سکے اسی کو دیکھنے کے لئے اپنی بیوی کو بھیجا۔ جب وہ واپس آئیں تو ان سے مکان کی کیفیت پوچھی۔ انھوں نے کہا اس مکان میں تو لوگ بلا بتاتے ہیں، مرزا صاحب بولے، کیا دنیا میں آپ سے بھی بڑھ کر کوئی بلا ہو سکتی ہے۔

(✻)

خدا تک پہنچنے کا زینہ

مرزا غالب کے خسر نواب مرزا الٰہی بخش خاں معروف شغل پیری مریدی بھی رکھتے تھے اور اپنے سلسلہ کے شجرہ کی نقول اپنے مریدوں کو دیا کرتے ایک دفعہ انھوں نے مرزا سے شجرہ نقل کرنے کے لئے کہا مرزا صاحب نے نقل تو کر دی مگر اس طرح کہ ایک نام لکھ دیا دوسرا چھوڑ دیا تیسرا لکھ دیا چوتھا حذف کر دیا۔ ان کے

خضر صاحب نے یہ نقل شجرہ جو دیکھی ان پر سخت ناراض ہوئے اور کہا "میاں نوشہ یہ کیا غضب کیا۔ وہ بولے "حضرت آپ اس کا کچھ خیال نہ فرمائیں شجرہ دراصل خدا تک پہنچنے کا ایک زینہ ہے سو زینہ کی ایک ایک سیڑھی اگر بیچ میں سے نکال دی جائے تو چنداں ہرج واقع نہیں ہوتا آدمی ذرا اُچک اُچک کے اوپر چڑھ سکتا ہے۔"

حضرت معروف برافروختہ ہوئے نقل کو چاک کر ڈالا مرزا کو شجرہ نقل کرنے کی پھر فرمائش نہ کی۔

مرزا غالبؔ کی خودداری

۱۸۴۲ء میں گورنمنٹ انگلشیہ کو دہلی کالج کا انتظام از سرِ نو منظور ہوا۔ ٹامسن صاحب جو کئی سال تک اضلاع شمال و مغرب کے لفٹنٹ گورنر بھی رہے اس وقت سیکرٹری تھے وہ مدرسین کے امتحان کے لئے دہلی آئے اور چاہا کہ جس طرح سو روپیہ مہینہ کا ایک مدرس عربی کا ہے ویسا ہی ایک فارسی کا بھی ہو لوگوں نے چند کاملوں کے نام بتائے ان میں مرزا غالبؔ کا نام بھی آیا۔ مرزا صاحب حسب الطلب تشریف لائے۔ صاحب کو اطلاع ہوئی مرزا پالکی سے اُتر کر اس انتظار میں ٹھہرے کہ حسب دستور قدیم صاحب سیکرٹری استقبال کو تشریف لائیں گے جب کہ نہ وہ ادھر سے آئے نہ یہ ادھر سے گئے اور دیر ہوئی تو صاحب سیکرٹری نے جمعدار سے پوچھا۔ وہ آیا پوچھا کہ آپ کیوں نہیں چلتے۔ انھوں نے کہا کہ صاحب استقبال کو تشریف نہیں

لاتے ہیں۔ کیونکر جاتا۔ جمعدار نے جاکر پھر عرض کی۔ صاحب باہر آئے اور کہا جب آپ دربار گورنری میں کبھی بہ حیثیت ریاست تشریف لائیں گے تو آپ کی وہ تعظیم ہوگی۔ لیکن اس وقت آپ نوکری کے لئے آئے ہیں۔ اس تعظیم کے مستحق نہیں۔ مرزا صاحب نے فرمایا کہ گورنمنٹ کی خدمت باعث زیادتی اعزاز سمجھتا ہوں نہ یہ کہ بزرگوں کے اعزاز کو بھی گنوا بیٹھوں۔ صاحب نے فرمایا کہ ہم آئین سے مجبور ہیں۔ مرزا صاحب رخصت ہو کر چلے آئے۔

~~~ × × × ~~~

بیا برادر آؤ رے بھائی

مولانا فضل حق خیرآبادی اپنے زمانہ کے امام فلاسفر تھے انکے والد مولانا فضل امام صدر الصدور دلی کے تھے۔ نو عمری مثل امراء کے گذری۔ شہزادوں سے میل ملاپ گو عالم مگر عادت و اطوار رئیسانہ۔ اس زمانہ میں وضع داری کی بنا پر فرقہ اہل نشاط سے ضرور تعلق رکھا جاتا۔ مولانا بھی وضع داری نباہنے کے لئے ایک علت لگائے ہوئے تھے۔ مرزا غالب مولانا کے یہاں آئے۔ ان کی عادت تھی کہ جب کوئی بے تکلف دوست آیا کرتا تو خالق باری کا مصرع پڑھا کرتے ہے

بیا برادر آؤ رے بھائی

چنانچہ مرزا صاحب کی تعظیم کو اٹھ کھڑے ہوئے اور یہی مصرع کہہ کر مرزا صاحب کو بٹھایا۔ ابھی یہ بیٹھنے ہی پائے تھے کہ مولانا کی منسلکہ بھی دوسرے دالان سے اٹھ کر مرزا کے پاس آن بیٹھی۔ مرزا نے کہا "ہاں مولانا اب وہ دوسرا مصرع بھی فرمایئے"
~~~

بنشیں ماور مبیٹھ رہی مائی

مولانا مسکرا دیئے۔

ستاروں کی بے نظمی

ایک رات مرزا صاحب پلنگ پر لیٹے ہوئے تھے ستاروں کو دیکھ کر بولے جو کام بھی خود آرائی سے کیا جاتا ہے اکثر بے ڈھنگا ہوتا ہے۔ ستاروں کو تو دیکھو کس ابتری سے بکھرے ہوئے ہیں نہ تناسب ہے نہ انتظام نہ بیل ہے نہ بوٹا مگر بادشاہ خود مختار ہے۔ کوئی نہیں دم مار سکتا۔

~~~ ÷ ✱ ÷ ~~~

ایک آنا دینا تھا

ایک روز مرزا صاحب کسی سے مل کر نواب مصطفےٰ خاں کے مکان پر آئے نواب صاحب نے کہا: آپ مکان سے سیدھے یہیں آئے ہیں یا کہیں اور بھی جانا ہوا تھا؟ مرزا نے کہا مجھ کو اُن کا ایک آنا دینا تھا اس لئے اوّل وہاں گیا تھا وہاں سے یہاں آیا ہوں۔

~~~:(÷ ✱ ÷):~~~

دیوان فضل اللہ خاں الوری

ایک دن دیوان فضل اللہ خاں مرحوم گیمی پر سوار مرزا صاحب کے مکان

کے پاس سے بغیر ملے نکل گئے۔ مرزا کو معلوم ہوا تو انھوں نے ایک رقعہ دیوان صاحب کو لکھا مضمون یہ تھا کہ:۔

"کہ آج مجھ کو اس قدر ندامت ہوئی ہے کہ شرم کے مارے زمین میں گڑا جاتا ہوں۔ اس سے زیادہ اور کیا نالائقی ہو سکتی کہ آپ کبھی نہ کبھی تو اس طرف سے گذرے اور میں سلام کو حاضر نہ ہو سکا۔"

جب یہ رقعہ دیوان جی کے پاس پہنچا وہ نہایت شرمندہ ہوئے اور اسی وقت گاڑی میں سوار ہو کر مرزا صاحب سے ملنے آئے۔

ادبی معرکہ

مرزا صاحب پنشن کے قضیہ میں کلکتہ کی کونسل میں مرافعہ پیش کرنے گئے راہ میں گیارہ ماہ لکھنؤ ٹھہرے اس کے بعد کلکتہ پہونچے مرزا علی سوداگر شملہ بازار کے یہاں مقیم ہوئے۔ یہاں ایک دلچسپ ادبی ہنگامہ برپا ہو گیا۔ ان دنوں مدرسہ کلکتہ کے زیر اہتمام ہر ماہ بزم مشاعرہ منعقد ہوا کرتی تھی۔ جب مرزا صاحب وہاں پہونچے تو ان کے اعزاز میں ایک خاص مشاعرہ ہوا۔ پانچہزار کا مجمع تھا اتفاق سے اسی زمانہ میں شہزادہ کامران حاکم ہرات کی طرف سے ایک سفارت کلکتہ آئی ہوئی تھی۔ جس کے رئیس کفایت خاں نامی ایک خوش ذوق اہل علم سے تھے وہ بھی مشاعرہ میں شریک ہوئے۔ شعرائے ...... کلکتہ نے غزلیں جو پڑھیں تو کفایت خاں زیر لب تبسم کرتے رہے۔ جب غالب نے غزل پڑھی تو خاں

موصوف نے دل کھول کر داد دی۔ مرزا فرماتے ہیں :۔

بچہ گیرند غبار ہوس و عشق دگر ‏ ‏ ‏ رسم بیداد مبادا ز جہاں برخیزد
جزوے از عالم و از ہمہ عالم بیشم ‏ ‏ ‏ ہم چو موئے کہ بتاں راز میاں برخیزد

گرد ہم شورح ستم باد عزیزاں غالب
رسم امید ہمانا ز جہاں برخیزد

مجلس میں سے ایک صاحب بولے، ہمہ عالم، کی ترکیب درست نہیں ہے" ایک صاحب نے کہا "ہمہ" کے ساتھ اس کا ربط قتیل کے اجتہاد کے مطابق جائز نہیں"[۱] مرزا صاحب پہلے خاموش رہے ۔کفایت خاں نے ہمہ عالم کی سند میں حافظ صاحب کا شعر پیش کیا ۔

گر من آلودہ دامنم چہ عجب است
ہمہ عالم گواہ عصمت اوست

پھر بھی لوگ غوغا مچانے لگے ۔جب مرزا غالب سے نہ رہا گیا انھوں نے کہا "قتیل کون وہ فریدآباد کا کھتری کا بچہ" میں کیوں اس فرومایہ کو سند ماننے لگا۔ اس پر ہنگامہ اور بڑھ گیا مولوی محمد محسن اور نواب اکبر علی خاں نے لوگوں کو جواب دیئے مگر کلکتہ والے مرزا سے بگڑ بیٹھے۔ مولوی احمد علی گوپاموی، مولوی، احمد علی مدرس مدرسہ عالیہ۔ وجاہت علی لکھنوی شاگرد قتیل وغیرہ نے اعتراضوں کی بھرمار کردی ۔ غالب نے یہ سوچا کہ "دریا میں رہ کر مگر مچھ سے بیر، عقلمندی کا شیوہ نہیں" انھوں نے اپنی مشہور مثنوی باد مخالف لکھی جس میں اپنے سفر کلکتہ کی غرض و

۱؎ غالب از مہر صفحہ ۷۶

غایت اور فارسی میں اپنے مسلک اور اصول کی توضیح کی اور آخر میں قتیل کی بھی ہجو ملیح سی کردی "

جس میں تعریفات کے اتنے تیز نشتر تھے کہ شاگردانِ قتیل کے قلوب میں چبھتے ہی رہے۔

مے شوم خوشش را بہ صلح ذلیل	مے سرائم نوائے مدح قتیل
گرچہ ایرانیش نخواہم گفت	سعدی ثانیش نخواہم گفت

. . . .

نثر او نقش بال طاؤس است	انتخاب صراح قاموس است

-:x:x:x:x:x:x:-

چکنی ڈلی

دورانِ قیامِ کلکتہ میں مولوی کرم حسین نے، جو مرزا صاحب کے دوست تھے۔ ایک مجلس میں کہا "چکنی ڈلی پر کچھ تشبیہات نظم کیجئے۔" مرزا صاحب نے فی البدیہہ فرمایا سہ

ہے جو صاحب کے کفِ دست پہ یہ چکنی ڈلی	زیب دیتا ہے اسے جس قدر اچھا کہیئے
خامہ انگشت بدنداں کہ اسے کیا لکھیئے	ناطقہ سر بگریباں کہ اسے کیا کہیئے
اخترِ سوختۂ قیس سے نسبت دیجئے	خالِ مشکینِ رُخِ دلکش لیلےٰ کہیئے
حجر الاسود دیوارِ حرم کیجئے فرض	نافہ آہوئے بیابانِ ختن کا کہیئے
صومعے میں اسے ٹھہرائیے گر مُہرِ نماز	مے کدہ میں اسے خشتِ خم صہبا کہیئے

مسی آلودہ سرِ انگشت حسیناں لکھیے | داغِ طرفِ جگرِ عاشقِ شیدا کہیے
کیوں اسے قفلِ درِ گنجِ محبت لکھیے | کیوں اسے نقطۂ پرکارِ تمنا کہیے
کیوں اسے تکمۂ پیراہنِ لیلا لکھیے | کیوں اسے نقشِ پئے ناقۂ سلمیٰ کہیے
کیوں اسے گوہرِ نایاب تصور کیجے | کیوں اسے مردمکِ دیدۂ عنقا کہیے

اپنے حضرت کے کفِ دست کو دل کیجے فرض
اور اس چکنی سپاری کو سویدا کہیے

لعبتانِ فرنگ

مرزا صاحب نے کلکتہ میں لعبتانِ فرنگ کی گرم بازاری دیکھی تھی ان کا بے تکلف رہنا۔ پہناوے کی تراش خراش، صفائی، ستھرائی، اس سے پہلے یہ نقشہ کاہے کو نظر سے گذرا تھا۔ دلی لوٹ کر آئے دوستوں نے کلکتہ کے حالات پوچھے۔ کہتے ہیں :-

کلکتہ کا جو ذکر کیا تو نے ہم نشیں | اک تیر میرے سینے میں مارا کہ ہائے ہائے
وہ سبزہ زار ہائے مطرا کہ ہے غضب | وہ نازنیں بتانِ خود آرا کہ ہائے ہائے
صبر آزما وہ انکی نگاہیں کہ حف نظر | طاقت ربا وہ ان کا اشارہ کہ ہائے ہائے

وہ میوہ ہائے تازہ و شیریں واہ واہ
وہ بادہ ہائے ناب گوارا کہ ہائے ہائے

تپاں و قاسم

مرزا غالب کے قیام کلکتہ میں احمد بیگ خاں تپاں اور ابوالقاسم قاسم
نے بڑی خدمت کی تھی۔ احمد بیگ خاں مرزا صاحب کے عزیز ہوتے تھے۔
قاسم نے بڑی خدمت کی تھی۔ احمد بیگ خاں مرزا صاحب کے عزیز ہوتے
تھے قاسم کا سلسلۂ تلمذ میر درد تک پہنچا تھا۔ ان دونوں کی مدح میں ایک غزل
لکھی :-

دیکھتے ہیں گرچہ دو ہیں یہ دونوں یار ایک
وضع میں گو ہوئی دو سر تیغ ہے ذوالفقار ایک
ہم سخن اور ہم زباں حضرت قاسم و تپاں
ایک تپش کا جانشین درد کا یادگار ایک
نقد سخن کے واسطے ایک عیار آگہی
شعر کے فن کے واسطے مایۂ اعتبار ایک
ایک وفا و مہر میں تازگیٔ بساط دہر
لطف و کرم کے باب میں زینت روزگار ایک
گلکدۂ تلاش کو ایک ہے رنگ ایک بو
ریختہ کے قماش کو ایک ہے پود تار ایک
مملکت کمال میں ایک امیر نامور

ے مرزا جان تپش الناظر صفحہ ۲۶ دسمبر ۱۹۳۶ء

عرصۂ قیل و قال میں خسرو نامدار ایک

گلشن اتفاق ہیں ایک بہار بے خزاں

میکدۂ وفاق میں بادہ بے خمار ایک

زندۂ شوق شعر کو ایک چراغ انجمن

کشتۂ ذوق شعر کو شمع سر مزار ایک

لایا ہے کہہ کے یہ غزل شائبہ ریا سے دور

کرکے دل و زبان کو غالبؔ خاکسار ایک

فاقہ مستی

مرزا غالبؔ میں فضول خرچی حد سے زیادہ تھی آئے دن مقروض رہتے۔ بوجہ تنگدستی کے قرضہ ادا نہ کرسکے قرض خواہ نے ان پر مقدمہ چلایا۔ چنانچہ مرزا صاحب کو عدالت میں جواب دہی کے لئے طلب کیا گیا۔ جب مرزا صاحب مفتی صدرالدین خاں آزردہ صدر الصدور کے روبرو پیش ہوئے تو فرمایا:۔

قرض کی پیتے تھے مے لیکن سمجھتے تھے کہ ہاں

رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

مفتی صاحب نے مرزا کے خلاف ڈگری دیدی مگر مدعی کو اپنی جیب سے روپے ادا کئے۔

~~~~~~ (٭٭٭٭٭) ~~~~~~

حادثۂ اسیری

جون ۱۸۴۷ء میں مرزا صاحب کو ایک سخت حادثہ پیش آیا انھیں بچپن سے چوسر اور شطرنج کھیلنے کی عادت تھی اس زمانہ میں بھی وہ اپنا خالی وقت چوسر کھیلنے میں گذارتے تھے اور محض شغل کے طور پر کچھ بازی بد کر کھیلتے۔ چونکہ حکام ان دنوں قماربازی کے انسداد کے لئے اپنی پوری کوشش صرف کر رہے تھے کوتوال شہر کو مرزا صاحب سے بلا وجہ کی دشمنی تھی انھیں موقعہ پاکر جرم قماربازی میں رکھ لیا اور مجسٹریٹ نے ان کے لئے چھ ماہ قید بامشقت اور دو سو روپے جرمانہ کی سزا کا حکم دیا۔ چند دن کے لئے جیل جانا ہی پڑا اس طرح رہے۔ جیسے حضرت یوسف کو زندان مصر میں رہنا پڑا تھا۔ بادشاہ کو اس واقعہ کی خبر لگی انھوں نے معظم الدولہ سے کہا کہ مرزا کو رہا کر دیا جائے۔ چنانچہ معظم الدولہ نے نواب صاحب کلاں ریذیڈنٹ کو لکھا مگر شنوائی نہ ہوئی۔ ایک دن بیٹھے کپڑے میں سے جوئیں چن رہے تھے۔ نواب مصطفےٰ خاں ملنے پہونچے۔ انھوں نے پوچھا۔ کیا حال ہے آپ نے فرمایا:۔

ہم غمزدہ جس دن سے گرفتار بلا ہیں
کپڑوں میں جوئیں بخیہ کے ٹانکوں سے سوا ہیں
~~~~~~

مجسٹریٹ نے جلد رہا کر دیا جس دن چھوٹے اپنا لباس تبدیل کرنے کا موقع آیا تو وہاں کا کرتہ وہیں پھاڑ کر پھینکدیا اور یہ شعر پڑھا ؎

ہائے اس چار گرہ کپڑے کی قسمت غالب
جس کی قسمت میں ہو عاشق کا گریباں ہونا

~~~~~ (٭ ٭ ٭ ٭) ~~~~~

کالے کی قید

بعد رہائی میاں کالے حضرت محمد نصیر الدین جو بہادر شاہ کے پیر تھے انکے مکان میں آکر رہے ایک روز میاں صاحب کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کسی نے آکر قید سے چھوٹنے کی مبارکباد دی مرزا صاحب نے کہا "کون بھڑوا قید سے چھوٹا ہے پہلے گورے کی قید میں تھا اب کالے کی قید میں ہوں۔"

~~~~~ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ~~~~~

خامۂ بیدل

اہل علم میں عام شہرت تھی مرزا صاحب کا نیا مسلک ہے کسی استاد کے پیرو نہیں ہیں بے استادے ہیں۔ اور جو کچھ کہتے ہیں چیستاں کہہ جاتے ہیں۔ اس پر فرماتے ہیں:۔

مجھے راہ سخن میں خوف گمراہی نہیں غالب
عصائے خضر صحرائے سخن ہے خامۂ بیدل

آم کی خوبی

مولانا حالی لکھتے ہیں نواب مصطفٰے خاں مرحوم فرماتے تھے کہ ایک مجلس میں جناب مرزا صاحب بھی موجود تھے آموں کی نسبت گفتگو ہو رہی تھی ہر شخص اپنی اپنی رائے بیان کر رہا تھا کہ آم میں کیا کیا خوبیاں ہونی چاہئیں۔ مولانا فضل حق خیرآبادی نے مرزا صاحب سے پوچھا کہ آپ کی رائے میں آم کیسا ہونا چاہئے۔ مرزا صاحب نے جواب دیا بھئی میرے نزدیک تو آم میں صرف دو باتیں ہونی چاہئیں۔ میٹھا ہو اور بہت ہو۔ یہ سن کر سب سامعین ہنس پڑے۔

گدھا آم نہیں کھاتا

حکیم رضی الدین خان جو مرزا صاحب کے نہایت گہرے دوست تھے۔ انکو آم نہیں بھاتے تھے۔ ایک دن وہ مرزا کے مکان پر برآمدے میں بیٹھے تھے۔ مرزا بھی وہیں موجود تھے۔ ایک گدھے والا اپنے گدھے لئے ہوئے گلی سے گذرا آم کے چھلکے پڑے تھے، گدھے نے سونگھ کر چھوڑ دیئے۔ حکیم صاحب نے کہا دیکھئے آم ایسی چیز ہے جسے گدھا بھی نہیں کھاتا۔

مرزا نے کہا، بیشک گدھا آم نہیں کھاتا۔

معتمد الدولہ

آغا میر معتمد الدولہ غازی الدین حیدر کے نائب السلطنت تھے۔ ان کا بڑا شہرا تھا مرزا کلکتہ جاتے ہوئے گیارہ ماہ لکھنؤ رہے تھے۔ غازی الدین حیدر اور آغا میر سے ملنے کے عرصے تک متمنی رہے آغا تھا بڑا رانعی اور کنجوس اس نے مرزا کو اپنے ملنے کا موقعہ ہی نہ دیا۔ اس زمانہ میں لکھنؤ میں ایک مشاعرہ تھا طرح پر غزل کہی مرزا اس خیال میں تھے۔ شاید مشاعرہ میں آغا میر آئے مگر وہاں بھی وہ شامل نہ ہوا۔ آخر غزل مشاعرہ میں پڑھی اور آخر میں قطعہ سنایا۔

لکھنؤ آنے کا باعث نہیں کھلتا یعنی | ہوس سیر و تماشا سو وہ کم ہے ہم کو
مقطع سلسلۂ شوق نہیں ہے یہ شہر | عزم سیر نجف و طوف حرم ہے ہم کو
لائی ہاں معتمد الدولہ بہادر کی امید | جادہ رہ کشش کاف کرم ہے ہم کو

عیادت بہن

مرزا صاحب کی بہن چھوٹی خانم بیمار تھیں یہ عیادت کیلئے اس کے گھر گئے پوچھا کیا حال ہے وہ بولیں کہ مرتی ہوں۔ البتہ قرض کی فکر بہت ہے اور کوئی سبیل ادا کرنے کی نہ ہوسکی گردن پر بار ہے۔ اور جا رہی ہوں۔ آپ ہنس کے بولے - لو بھلا یہ فکر ہے خاک۔ یہاں کیا مفتی صدر الدین خاں بیٹھے ہیں جو ڈگری دے رہے ہیں - بہن

یہ فقرہ سن کر ہنس دیں۔"

نواب شیفتہ

جاڑے کے دن تھے نواب شیفتہ مرزا کے گھر آ نکلے۔ مرزا کے یہ گہرے دوستوں میں سے تھے مرزا شغل مے میں لگے ہوئے تھے۔ نواب کو دیکھ کر ان کے آگے شراب کا گلاس سرکا دیا وہ منہ دیکھنے لگے مرزا بولے "لیجئے" تابہ چپ پھر مرزا نے کہا "حضرت جاڑے میں بھی نہیں پیتے۔"

شرابی کی دعا

ایک دفعہ ایک شخص نے مرزا صاحب کے سامنے شراب کی برائیاں بیان کیں اور کہا کہ شرابی کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ مرزا صاحب بولے "بھائی جس کو شراب میسر ہے اس کو اور کیا چاہیئے جس کے لئے دعا مانگے!"

دھوکے دھوکے میں نجات پا گئے

ایک دفعہ ایک صاحب جن کی وضع سے معلوم ہوتا تھا کہ نہایت متقی اور پرہیزگار شخص ہیں مرزا صاحب سے ملنے آئے، مرزا نے ان کی بڑی خاطر مدارات کی

سامنے میز پر گلاس اور شراب کی بوتل رکھی تھی انھوں نے شربت کی بوتل سمجھ کر اسے اٹھا لیا۔ پاس سے کوئی شخص بولا کہ "جناب یہ شراب ہے"۔ انھوں نے جھٹ اُس کو میز پر رکھ دیا اور کہا "میں نے تو شربت کے دھوکے میں اُٹھایا تھا"۔ مرزا صاحب مسکرائے اور بولے "زہے نصیب۔ دھوکے دھوکے میں نجات ہو گئی"۔

~~~~(×) × (✲) × (×)~~~~

قلعہ سے تعلّق

مرزا غالب کے دن بڑے سختی سے گذر رہے تھے۔ خاندانی پنشن صرف .... ساڑھے باسٹھ روپے ماہوار تھی۔ ننہیال سے مدد کا سلسلہ بند ہو چکا تھا۔ کوئی آمدنی کی صورت نہ تھی۔ حکیم احسن اللہ خاں مدار المہام طبیب شاہی مرزا کے قدر دان تھے ان حضرت نے سفارش کی اور بہادر شاہ نے منظور کر لیا۔ کہ مرزا خاندان تیمور کی تاریخ فارسی زبان میں لکھیں۔ ۱۸۵۰ء میں بادشاہ کے حضور پیش ہوئے۔ ابوظفر بہادر شاہ نے نجم الدولہ دبیر الملک نظام جنگ کہہ کر خطاب کیا۔ کارپردازوں نے خلعت پہنایا۔ پچاس روپے ماہوار مشاہرہ مقرر ہوا اور یوں مرزا صاحب باقاعدہ قلعہ کے ملازم ہو گئے۔ اس موقع پر مرزا نے فی البدیہہ کہا ؎

غالبؔ وظیفہ خوار ہو دو شاہ کو دعا
وہ دن گئے کہ کہتے تھے نوکر نہیں ہوں میں

~~~~✲~~~~

مرزا رجب علی بیگ سرورؔ

مرزا رجب علی بیگ سرورؔ دلی آئے۔ سرائے میں ٹھہرے۔ پھر مرزا صاحب کے گھر پوچھتے پوچھتے پہونچے۔ اس وقت مرزا کے پاس حضرت غوث علی شاہ قلندر پانی پتی بیٹھے تھے۔ مرزا پلنگڑی پر لیٹے ہوئے تھے۔ سرہانے شاہ صاحب، رونق افروز تھے۔ سرورؔ آئے اور بیٹھ گئے کہنے لگے حضرت مجھ کو آپ تک پہنچنے میں کوئی دقت نہ ہوئی۔ مرزا ہنس کے بولے:۔

ہو گا کوئی ایسا بھی کہ غالبؔ کو نہ جانے
شاعر تو بہت اچھا ہے پر بدنام بہت ہے

سرورؔ نے کہا حضرت کبھی فسانۂ عجائب بھی ملاحظہ سے گذری؟ مرزا بولے:۔ "واہ کس کتاب کا نام لیا۔ حضرت بھٹیاریوں کی زبان میں قصہ لکھا ہے۔" سرورؔ چند منٹ بیٹھ کر اُٹھ آئے۔ ایک صاحب بولے "مرزا صاحب یہی سرورؔ تھے۔" آپ نے بڑی بے رخی برتی کہنے لگے کمبخت پہلے سے نہ کہا اور شاہ صاحب سے کہا حضور میں اور آپ کل صبح سرائے چلیں گے چنانچہ ہر دو صاحب سرائے پہونچے۔ سرورؔ سے بڑی آؤ بھگت کی۔ اِدھر اُدھر کے ذکر کے بعد فسانۂ عجائب کا ذکر چھڑ گیا۔ کہنے لگے خوب عبارت ہے کہیں شہزادیوں کی زبان ہے کہیں بھٹیاریوں کی، انداز تحریر خوب ہے تعریف و توصیف ایسی کی مرزا سرورؔ خوش ہو گئے۔ دل سے غبار کدورت دُھل گیا۔ ان کو رضامند کر کے گھر لوٹے کہنے لگے "دِل آزاری غالبؔ کا شیوہ نہیں۔"

مسجد کے زیر سایہ

مرزا آخری عمر میں حکیم محمود خاں کے دیوان خانہ کے متصل مسجد کے عقب میں آن رہے تھے۔ ایک صاحب نے کسی مجلس میں پوچھا حضرت مکان کہاں ہے آپ فرماتے ہیں:-

مسجد کے زیر سایہ اک گھر بنا لیا ہے　　یہ بندۂ کمینہ ہمسایۂ خدا ہے

معرکہ غالبؔ اور ذوقؔ

ابوظفر بہادر شاہ کی چہیتی بیگم نواب زینت محل تھی ان کو بادشاہ کے مزاج میں بڑا دخل تھا، شاہ ظفر کچھ ایسے دب ہی گئے تھے۔ جو چاہتی وہ کرا لیتی۔ ان کے بطن سے مرزا جواں بخت تھے اصلی ولیعہد بہادر دارا بخت تھے وہ باپ کے آگے سدھار گئے پھر مرزا شاہ رخ ہوئے وہ انتقال کر گئے تو مرزا فخرو ہوئے۔ ان کو بھی موت کی نظر لگ گئی اور بھی مرشد زادے تھے مگر نواب زینت محل کی تمنا تھی دوسرے شہزادوں کے ہوتے ہوئے بھی جواں بخت ہی ولی عہد ہو، آخرش بہادر شاہ بھی اس کوشش میں لگ گئے۔ ان کی شادی کا موقعہ آیا، شاہانہ انتظام کیے گئے۔ مرزا غالبؔ نے زینت محل کی فرمائش سے سہرا کہہ کر سنہری تشت میں رکھ کر حضور شاہ میں گذارا

سہرا

خوش ہو اے بخت کہ ہے آج ترے سر سہرا
باندھ شہزادہ جواں بخت کے سر پہ سہرا

کیا ہی اس چاند سے مکھڑے پہ بھلا لگتا ہے
ہے ترے حسن دل افروز کا زیور سہرا

سر پہ چڑھنا تجھے پھبتا ہے پر اے طرف کلاہ
مجھکو ڈر ہے کہ نہ چھینے ترا نمبر سہرا

ناؤ بھر کر ہی پروئے گئے ہوں گے موتی
ورنہ کیوں لائے ہیں کشتی میں لگا کر سہرا

رخ پہ دولہا کے جو گرمی سے پسینہ ٹپکا
ہے رگ ابر گہر بار سراسر سہرا

یہ بھی اک بے ادبی تھی کہ قبا سے بڑھ جائے
رہ گیا آن کے دامن کے برابر سہرا

جی میں اترائیں نہ موتی کہ ہمیں ہیں اک چیز
چاہئے پھولوں کا بھی ایک مقرر سہرا

جبکہ اپنے میں سماویں نہ خوشی کے مارے
گوندھے پھولوں کا بھلا پھر کوئی کیونکر سہرا

رخ روشن کی دمک گوہر غلطاں کی چمک
کیوں نہ دکھلائے فروغ مہ و اختر سہرا

تار ریشم کا نہیں ہے یہ رگ ابر بہار
لائے گا تاب گرانباری گوہر سہرا

ہم سخن فہم ہیں غالب کے طرفدار نہیں
دیکھیں اس سہرے سے بہتر کوئی کہدے سہرا

مقطع کو جو بادشاہ نے سنا تیور بدل گئے خیال گذرا اس میں ہم پر چشمک ہے اس سہرے کے برابر کوئی سہرا لکھنے؛ الا نہ رہا ہم کو دوں دے کر شعر گوئی کرتے ہیں۔ نام کا استاد بنا رکھا ہے اور ملک الشعرا صرف دیکھنے ہی دیکھنے کے ہیں۔ حسب معمول شیخ ابراہیم ذوق حضور میں گئے تو بادشاہ نے کہا استاد دیکھئے مرزا نوشہ نے سہرے میں کیا کیا گل کاریاں کی ہیں۔ ذوق نے سہرے کو پڑھا اور بموجب عادت کے عرض کی" پیر و مرشد درست "

بادشاہ نے کہا "استاد درست خوب کہا اجی حضرت اس کے مقابل میں تم بھی ایک سہرا لکھدو" عرض کی" بہت خوب" پھر فرمایا" ابھی لکھ دو اور خدا مقطع پر بھی نظر ہے" حضرت ذوقؔ وہیں بیٹھ گئے اور عرض کیا ہے۔

سہرا

اے جواں بخت مبارک تجھے سر پہ سہرا
آج ہے یمن و سعادت کا ترے سر سہرا

آج وہ دن ہے کہ لائے دُرِ انجم سے فلک
کشتیٔ زر میں مہِ نو کی لگا کر سہرا

تابشِ حُسن سے مانندِ شعاعِ خورشید
رُخِ پُرنور پہ ہے ترے منوّر سہرا

وہ کہے صلِّ علیٰ یہ کہے سبحان اللہ
دیکھے مکھڑے پہ جو ترے مہ و اختر سہرا

تا بنے اور بنی میں رہے اخلاص بہم
گوندھیے سورۂ اخلاص کو پڑھ کر سہرا

دھوم ہے گلشنِ آفاق میں اس سہرے کی
گائیں مرغانِ نواسنج نہ کیونکر سہرا

روئے فرخ پہ جو ہیں ترے برستے انوار
تارِ بارش سے بنا ایک سراسر سہرا

ایک کو ایک پہ تزئیں ہے دمِ آرائش
سر پہ دستار ہے دستار کے اوپر سہرا

ایک گوہر بھی نہیں صدکانِ گہر میں چھوڑا
تیرا بنوایا ہے لے لے کے جو گوہر سہرا

پھیلی خوشبو سے ہے اترانی ہوئی بادِ بہار
اللہ اللہ رے پھولوں کا معطر سہرا

سر پہ طُرّہ ہے مزیّن تو گلے میں بدّھی
کنگنا ہاتھ میں زیبا ہے تو سر پر سہرا

رونمائی میں تجھے دے مہ و خورشید فلک
کھول دے منہ کو جو تو منہ سے ہٹا کر سہرا

کثرتِ تارِ نظر سے ہے تماشائیوں کے
دمِ نظارہ ترے روئے نکو پر سہرا

دُرِ خوش آب مضامیں سے بنا کر لایا
واسطے تیرے ترا ذوقؔ ثناگر سہرا

جن کو دعوئ سخن ہو یہ سنا دو اُن کو
دیکھو اس طرح سے کہتے ہیں سخنور سہرا

"ارباب نشاط حضور شاہ میں ملازم تھے اسی وقت انھیں ملا۔ شام تک شہر کی گلی گلی کوچہ کوچہ میں پھیل گیا۔ دوسرے ہی دن مشہور ہوا مرزا بھی بڑے اداشناس اور سخن فہم تھے سمجھے کہ تھا کچھ اور ہو گیا کچھ اور کہہ کر یہ قطعہ حضور میں گذرانا:۔

قطعہ در معذرت

منظور ہے گزارش احوال واقعی — اپنا بیان حسن طبیعت نہیں مجھے
سو پشت سے ہے پیشۂ آبا سپہگری — کچھ شاعری ذریعۂ عزت نہیں مجھے
آزاد ہوں اور میرا مسلک ہے صلح کل — ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے
کیا کم ہے یہ شرف کہ ظفرؔ کا غلام ہوں — مانا کہ جاہ و منصب و ثروت نہیں مجھے
استاد شہ سے ہو مجھے پرخاش کا خیال — یہ تاب یہ مجال یہ طاقت نہیں مجھے
جام جہاں نما ہے شہنشاہ کا ضمیر — سوگند اور گواہ کی حاجت نہیں مجھے
میں کون اور ریختہ ہاں اس سے مدعا — جز انبساطِ خاطرِ حضرت نہیں مجھے
سہرا لکھا گیا ز رہ امتثال امر — دیکھا کہ چارہ غیرِ اطاعت نہیں مجھے
مقطع میں آ پڑی ہے سخن گسترانہ بات — مقصود اس سے قطع محبت نہیں مجھے
روئے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیاہ — سودا نہیں جنوں نہیں وحشت نہیں مجھے
قسمت بُری سہی پہ طبیعت بُری نہیں — ہے شکر کی جگہ کہ شکایت نہیں مجھے

صادق ہوں اپنے قول کا غالبؔ خدا گواہ
کہتا ہوں سچ کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے

~~~~~(×) + (۰ × ۰) + (×) ~~~~~

دربار کی غیر حاضری کا عذر

مرزا صاحب نے مسہل لے رکھا تھا۔ معالج نے مسہل کے دوران میں چلنے پھرنے سے منع کر دیا تھا چنانچہ مرزا صاحب کئی روز گھر میں لیٹے رہے۔ جب مسہل کے دن ختم ہوئے تو دربار شاہی میں حاضر ہو کر اتنے دن کی غیر حاضری کے عذر میں یہ قطعہ پڑھا۔

سہل تھا مسہل ولے یہ سخت مشکل آپڑی
مجھ پہ کیا گزرے گی اتنے روز حاضر بن ہوئے
تین دن مسہل سے پہلے تین دن مسہل کے بعد
تین مسہل تین تبریدیں یہ سب کے دن ہوئے

~~~~~ × × (۰ × ۰) × × ~~~~~

شیطان کا قید خانہ

مکان کے جس کمرے میں مرزا دن بھر بیٹھتے اٹھتے تھے وہ مکان دروازے کی چھت پر تھا اور اس کے ایک جانب ایک کوٹھری تنگ و تاریک جس کا در اس قدر چھوٹا تھا کہ کوٹھری میں بہت جھک کر جانا پڑتا تھا۔ اس میں ہمیشہ فرش بچھا رہتا تھا۔ اور مرزا اکثر گرمی اور لو کے موسم میں دس بجے سے تین چار بجے تک وہاں بیٹھتے تھے ایک دن جبکہ رمضان کا مہینہ اور گرمی کا موسم تھا مولانا صدر الدین خاں آزردہ ٹھیک

دوپہر کے وقت مرزا سے ملنے چلے آئے اس وقت مرزا صاحب اسی کوٹھری میں کسی دوست کے ساتھ چوسر یا شطرنج کھیل رہے تھے۔ مولانا بھی وہیں پہنچے اور مرزا کو رمضان کے مہینے میں چوسر کھیلتے ہوئے دیکھ کر کہنے لگے کہ:۔

"ہم نے حدیث میں پڑھا تھا کہ رمضان کے مہینے میں شیطان مقید رہتا ہے۔ مگر آج اس حدیث کی صحت میں تردد پیدا ہو گیا۔"

مرزا نے کہا "قبلہ حدیث بالکل صحیح ہے مگر آپ کو معلوم رہے کہ وہ جگہ جہاں شیطان مقید رہتا ہے وہ یہی کوٹھری تو ہے۔"

سُنّی مسلمان

رمضان کا مہینہ تھا مولوی عبدالقادر دہلوی مرزا سے ملنے آئے۔ عصر کا وقت تھا۔ مرزا نے خدمتگار سے پانی مانگا۔ مولوی صاحب نے تعجب سے کہا۔ جناب کا روزہ نہیں ہے۔" مرزا نے کہا "سنی مسلمان ہوں، چار گھڑی دن رہے روزہ کھول لیتا ہوں۔"

روزہ کھانا

ایک دفعہ بہادر شاہ نے مرزا صاحب سے پوچھا۔ "مرزا تم روزہ کیوں نہیں رکھتے"۔ مرزا صاحب نے عرض کیا "پیرو مرشد جب کھانے کو نہیں ملتا تو روزہ ہی کھا لیتا ہوں"۔ بادشاہ یہ سنکر ہنس دئے۔

افطار صوم کی کچھ اگر دستگاہ ہو
اُس شخص کو ضرور ہے روزہ رکھا کرے
جس پاس روزہ کھول کے کھانیکو کچھ نہو
روزہ اگر نہ کھائے تو ناچار کیا کرے

خس خانہ و برف آب کہاں سے لاؤں

چند دوستوں نے کہا مرزا صاحب امسال تو روزے رکھ ہی لو۔ اتفاق ایسا ہوا گرمی بہت پڑی۔ ایام صیام آئے تو مئی جون میں آئے۔

فرماتے ہیں۔

سامان خور و خواب کہاں سے لاؤں
آرام کے اسباب کہاں سے لاؤں
روزہ میرا ایمان ہے غالبؔ لیکن
خس خانہ و برف آب کہاں سے لاؤں

خسرو و غالب

ایک دفعہ سراج الدین بہادر شاہ کے دربار میں حضرت سلطان جی اور میر خسرو کا تذکرہ آگیا مرزا بھی موجود تھے۔ انھوں نے اس وقت یہ شعر موزوں کر کے کہا۔

ملے دو مرشدوں کو قدرت حق سے ہیں دو طالب
نظام الدین کو خسرو سراج الدین کو غالب

غسلِ شاہ

ابوظفر بہادر شاہ وبائی مرض میں مبتلا ہوئے کچھ عرصہ بعد علالت سے شفا پائی۔ زینت محل کی طرف سے بادشاہ کے غسل کا انتظام کیا جا رہا تھا۔ اس پر فرماتے ہیں:۔

شاہ کے ہے غسل صحت کی خبر
دیکھئے کب دن پھریں حمام کے

شفایابی

غسل صحت کے بعد مرزا صاحب مبارک بادی کے لئے حضورِ شاہ میں پہونچے۔ فرماتے ہیں:۔

کیوں نہ دنیا کو ہو خوشی غالب
شاہ دیندار نے شفا پائی

غالبؔ و صہبائیؔ

مرزا غالب اور جناب صہبائی میں گہرے تعلقات تھے۔ ایک دوسرے

کی قدر دانی کرتے چنانچہ مرزا نے جہاں معاصرین کا ذکر کیا ہے صہبائی کو بھولے نہیں۔

مومن و نیر و صہبائی و علوی و نگاہ
حسرتی اشرف و آزردہ بود اعظم شاں

جہاں مرزا صاحب نے اپنی ہمہ دانی کو ٹھیس لگتے ہوئے دیکھا، دوستی و ملاقات کو بالائے طاق رکھ دیتے تھے چنانچہ "قاطع برہان" کی مخالفت میں مرزا رحیم بیگ شاگرد مولانا امام بخش صہبائی نے "قاطع برہان" شائع کی۔ مرزا صاحب چراغ پا ہو گئے کہنے لگے

"نامہ غالب کا مکتوب الیہ رحیم بیگ نامی میرٹھ کا رہنے والا ہے۔ دس برس سے اندھا ہو گیا ہے وہ قوت علمی بھی نہیں رکھتا اوروں سے مدد لیتا ہے۔ اہل دہلی لکھتے ہیں کہ مولوی امام بخش صہبائی سے اس کو تلمذ بھی ہے۔ ایضاً اعتبار بڑھانے کو ان کا شاگرد بتاتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ وائے اس ہیچ پوچ پر جس کو صہبائی کا تلمذ موجب عزو وقار ہو[۱]

...... — .... — ......

روزہ بہلانا

ایک دفعہ مرزا صاحب نے رمضان کے مہینہ میں ایک دوست کو خط میں لکھا

---

[۱] اردوئے معلّی (۲)، بنام عبدالرزاق شاگرد

"دھوپ بہت تیز ہے روزہ رکھتا ہوں مگر روزے کو بہلاتا رہتا ہوں کبھی پانی پی لیا۔ کبھی حقہ پی لیا۔ کبھی کوئی ٹکڑا روٹی کا کھا لیا۔ یہاں کے لوگ عجب فہم رکھتے ہیں۔ میں یوں روزہ بہلاتا ہوں اور یہ صاحب فرماتے ہیں کہ روزہ نہیں رکھتا۔ یہ نہیں سمجھتے کہ روزہ نہ رکھنا اور چیز ہے اور روزہ بہلانا اور بات ہے۔"

لطف عام

ایک مرتبہ کسی نے مرزا صاحب کے لئے عمدہ عمدہ آم کا ٹوکرا تحفہ کے بطور بھیجا مرزا نے ٹوکرے کو کھول کر دیکھا تو فرمایا۔

لطفِ خاص نہیں فیضِ عام ہے
شراب نہیں آم ہے

غالب اور مومن

مولوی انعام اللہ خاں اکبر آبادی حکیم محمود خاں مرحوم کی زبانی یہ لطیفہ بیان کرتے تھے۔ ایک دن مرزا غالب کے پاس کچھ دوست بیٹھے ہوئے تھے۔ حکیم مومن خاں کا ذکر آگیا۔ ان میں سے ایک صاحب نے یہ شعر پڑھا۔

ذکر کر بیٹھیں برائی سے بھی میرا شاید   اب وہ اغیار کی صحبت سے عذر کرتا ہے

مرزا صاحب نے سنا اور کہنے لگے۔

ذکر میرا بہ بدی بھی اسے منظور نہیں
غیر کی بات بگڑ جائے تو کچھ دور نہیں

اور مرزا صاحب فرمانے لگے۔ حکیم مومن خاں نے مجھے ایک صحبت میں یہ شعر سنایا

میرے تغیر رنگ کو مت دیکھ
تجھ کو اپنی نظر نہ ہو جائے

میں نے بے حد تعریف کی اس اثنا میں ایک شعر میرے ذہن میں آیا اور مومن خاں کے سامنے پیش کیا۔

نظر لگے نہ کہیں ان کے دست و بازو کو
یہ لوگ کیوں میرے زخم جگر کو دیکھتے ہیں

حکیم صاحب نے میرا دل رکھنے کو بڑی تعریف کی۔

~~~~~~:( ):~~~~~~

مشاعرہ

دلی میں آئے دن آزردہ و شیفتہ کے یہاں مشاعرہ ہوا کرتے۔ غالب اور مومن کی طرح پر غزل کہی۔ حسن اتفاق سے ہر دو کے بہتے چلتے شعر تھے۔

مومن خاں کہتے ہیں۔

کیا ہوا اگر وہ بعد امتحان اپنا — بیگناہ مزا پائے اب وہ دل کہاں اپنا
لجہ مدت اس کو سے یوں پھرے نہ تنگ آکر — جائے جائے پھرتے ہیں پوچھتے مکاں اپنا
~~~~~~

دیکھیے مبتلیس مردمان حال وچشم وجان کیا ہو — مدعی زمیں اپنی دشمن آسماں اپنا

مرزا غالبؔ فرماتے ہیں :-

مٹے وہ کیوں پیتے بزم غیر میں یارب — آج ہی ہوا منظور ان کو امتحاں اپنا

منظر اک بلندی پر اور ہم بنا سکتے — عرش سے ادہر ہوتا کاشکے مکاں اپنا

ہم کہاں کے دانا تھے کس ہنر میں یکتا تھے — بے سبب ہوا غالبؔ دشمن آسماں اپنا

شعر مومنؔ کے بدلے دیوان غالبؔ

ایک دن مرزا صاحب کے یہاں شعر وسخن کے چرچے ہو رہے تھے ایک صاحب نے حکیم مومن کا یہ شعر پڑھا ؎

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا — جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

مرزا غالبؔ بولے "خاں صاحب اگر اس شعر کو میرے تمام دیوان کے عوض میں دیدیں تو بھی میں فائدہ میں رہوں" اور یہ اپنا شعر پڑھا ؎

انسان ہے بجائے خود ایک محشر خیال — ہم انجمن سمجھتے ہیں خلوت ہی کیوں نہ ہو

ذوقؔ و غالبؔ

قلعہ میں بادشاہ کی طرف سے شاہی مشاعرہ تھا شہر کے تمام مشاہیر شعراء شریک تھے صہبائی، ذوقؔ، عالی، عارف، مجروح، علائی، صابر، شیر، آزردہ، شیفتہ وغیرہ، مرزا صاحب

بھی شامل ہوئے، بیٹھتے ہی فرماتے ہیں:۔

حضور شاہ میں اہل سخن کی آزمائش ہے
چمن میں خوش نوایان چمن کی آزمائش ہے

مرزا نے غزل پڑھی:۔

نوید امن ہے بیداد دوست جاں کیلئے
رہی نہ طرز ستم کوئی آسماں کے لئے

بلا سے گر مژہ یار تشنۂ خوں ہے
رکھوں کچھ اپنی بھی مژگان خوں فشاں کیلئے

گدا سمجھ کے وہ چپ تھا مرے جو شامت آئے
اٹھا اور اٹھ کے قدم میں نے پاسباں کیلئے

نواب مصطفیٰ خاں کہتے تھے ذوق نے اس شعر کی بہت تعریف کی مرزا گھر چلے
گئے تو اسی طرح حضرت ذوق نے فی البدیہہ غزل مجلس کو سنائی:۔

مزے یہ دل کے لئے تھے نہ تو زباں کیلئے
سو ہم نے دل میں مزے سوزش نہاں کیلئے

بنایا آدمی کو ذوق ایک جزو ضعیف
اور اس ضعیف سے کل کام دو جہاں کیلئے
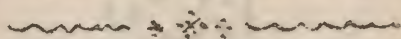
دال

حضرت ابوظفر کو مونگ کی دال بہت پسند تھی۔ بادشاہ جس درباری پر
مہربان ہوتے اس کے لئے اپنا ادھنی بھجواتے چنانچہ مرزا صاحب کے لئے شاہی تو
راہ گیا اس میں مونگ کی دال بھی تھی مرزا فرماتے ہیں۔

بھیجی ہے جو مجھ کو شاہ جمجاہ نے دال
ہے لطف و عنایات شہنشاہ پہ دال

یہ شاہ پسند دل ہے بحث و جدل
ہے دولت و دین و دانش شاہ کی دال

نواب تجمّل حسین خاں

نواب تجمل حسین خاں والئی فرخ آباد علم کے قدر دان تھے مرزا صاحب کے کلام کا شہرا خفاء نواب نے فرخ آباد آنے کی مرزا صاحب کو دعوت دی مگر مرزا گئے نہیں۔ ایک غزل لکھ کر بھیجدی :-

دیا ہے خلق کو بھی تا اسے نظر نہ لگے
بنا ہے عیش تجمل حسین خاں کے لئے

زبان پر بار خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ مرے نطق نے بوسے مری زبان کیلئے

نصیر دولت و دیں اور معین ملت و ملک
بنا ہے چرخ بریں جس کے آستاں کیلئے

ذوق فزا

حضرت ظفر بطور تفریح اپنے استاد ذوق کو مرزا غالب سے بھڑا دیا کرتے ایک دن مرزا صاحب نے بادشاہ کو غزل سنائی اور استاد شاہ پر اشارہ کر گئے۔

خامہ میرا کہ وہ ہے بار بد بزم سخن
شاہ کی مدح میں یوں رقم سرا ہوتا ہے

اے شہنشاہ کو اکب سپر و مہر علم
ترے اکرام کا حق کس سے ادا ہوتا ہے

ہیں جو گستاخ ہوں آئین غزل خوانی میں
یہ بھی تیرا ہی کرم ذوق فزا ہوتا ہے

مرگِ ناگہانی

مولانا خواجہ غلام غوث بیخبر خاں بہادر ذوالقدر میر منشی لفٹنٹ گورنر اضلاع مغربی و شمالی دہلی آئے۔ مرزا صاحب سے ملنے گئے۔ مرزا صاحب کو جناب بیخبر سے خصوصیات تھیں دیکھ کر خوش ہوئے مگر مرزا صاحب کا حال ہڈی چمڑے سے پتلا ہو رہا تھا۔ تکلیف سے زندگی کے عاری تھے۔ بیخبر صاحب نے پوچھا۔ حضرت کیا حال ہے۔ کہنے لگے:۔

ہو چکیں غالب بلائیں سب تمام
اک مرگِ ناگہانی اور ہے

❊ ❊ ❊

کھچڑی کھائی دن بہلائے

مرزا تفتہ کو لکھتے ہیں۔

"صاحب کھچڑی کھائی دن بہلائے۔ کپڑے پھاڑے گھر کو آئے"
دو شنبہ کے دن غضبِ الٰہی کی طرح اپنے گھر پر نازل ہوا

مغلوب غلبۂ غم دل غالب حزیں ‏ ‏ ‏ ‏ کاندر تنش ز ضعف تواں گفت جاں بود
ہنگام بود زندہ بدینہا رسیدہ است ‏ ‏ ‏ ‏ ما را ازیں گیاہ ضعیف ایں گماں بود

~~~~ ❊ ~~~~
~~~~

میرن صاحب

میر مہدی مجروح کو لکھتے ہیں۔

"بھئی میں تم سے بہت آزردہ ہوں۔ میرن صاحب کی تندرستی کے بیان میں اظہار مسرت نہ مجھ کو تہنیت بلکہ اس طرح سے لکھا ہے کہ گویا ان کا تندرست ہونا تم کو ناگوار ہوا۔ لکھتے ہو کہ میرن صاحب ویسے ہی ہو گئے جیسے آگے تھے۔ اچھلتے کودتے پھرتے ہیں اس کے یہ معنی کہ ہے ہے کیا غضب ہوا کہ یہ کیوں اچھے ہوگئے یہ باتیں تمہاری ہم کو اپسند نہیں آئیں تم نے میر کا وہ مقطع سنا ہوگا۔ بہ تغیر الفاظ لکھتا ہوں سے

کیوں نہ میرن کو مغتنم جانوں
دلّی والوں میں ایک بچا ہے یہ

~~~~~~ x ~~~~~~

نعلین تحت العین

ایک دن جبکہ آفتاب غروب ہو رہا تھا۔ مرزا غالب سے ملنے سردار مرزا آئے جب تھوڑی دیر کے بعد جانے لگے تو مرزا خود شمعدان لے کر کھسکتے کھسکتے فرش کے کنارے تک آئے تاکہ اپنا جوتا روشنی میں دیکھ کر پہن لیں۔ انہوں نے کہا "قبلہ و کعبہ آپ نے کیوں تکلیف فرمائی ہیں اپنا جوتا خود پہن لیتا،
~~~~~~

مرزا صاحب بولے "میں آپ کا جوتا دکھانے، کو شمعدان نہیں لایا بلکہ اس لئے لایا ہوں کہ کہیں آپ میرا جوتا نہ پہن کر جائیں۔"

حضرت نواب

مرزا صاحب رام پور میں مقیم تھے عرصہ بعد دِلّی آنے کا ارادہ کیا نواب یوسف علی خاں ناظم سے رخصت دِلّی آنے کی لی۔ اس زمانہ میں ایک غزل کہی اس میں فرماتے ہیں:

اب ہے دِلّی کی طرف کوچ ہمارا غالبؔ
آج ہم حضرت نواب سے بھی مِل آئے

بدیہہ گوئی

حسین علی خاں چھوٹے سے تھے ایک دن کھیلتے کھیلتے مرزا صاحب کے پاس آنکلے اور کہنے لگے "دادا جان پیسہ دو" آپ نے کہا "میاں میرے پاس اس وقت ایک حبہ نہیں" وہ طاق پر سے صندوقچہ اٹھا لائے اور کھول کے ہر ایک خانہ میں دیکھ بھال کرنے لگے۔ پیسہ تھا نہیں جو ملتا، آپ نے کہا بیٹا وہ

درم و دام اپنے پاس کہاں
چیل کے گھونسلے میں ماس کہاں

اسیر بدایونی

مولانا علی احمد خاں اسیر بدایونی دلی آئے اور مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے پہلے سے شعر و سخن میں اصلاح لیا کرتے تھے اور حضرات بھی مرزا کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ فارسی شعرا کا ذکر آگیا جناب اسیر نے حسن بیگ فصیح کا شعر پڑھا"

خوش نسیم زیں کہ یار نامہ نویسم نشب و روز

مقصدم نیست کہ مکتوب رسد یا نرسد

مرزا صاحب نے سنا اور اسی وقت یہ شعر فرمایا:-

خط لکھیں گے گرچہ مطلب کچھ نہ ہو

ہم تو عاشق ہیں تمہارے نام کے

تمام لوگ پھڑک گئے۔ اسیر نے کہا استاد آپ کا تخیل بڑھ گیا۔

نوشت و خواند

مرزا صاحب" نہر نیم روز" کے لکھے ہوئے تھے بادشاہ کی عنایات بھی دن بدن مرزا پر بڑھ رہی تھیں۔ مرزا بھی ایک نہ ایک رباعی یا شعر بادشاہ کو خوش کرنے کو کہہ دیا کرتے تھے۔ فرماتے ہیں

غالب یہ کیا بیان ہے بجز مدح بادشاہ　　بھاتی نہیں ہے اب مجھے کوئی نوشت و خواند

آم کی بہنگی

ایک روز بہادر شاہ آموں کے موسم میں چند مصاحبوں کے ساتھ جس میں مرزا بھی تھے باغ حیات بخش یا مہتاب باغ میں ٹہل رہے تھے۔ آم کے پیڑ رنگ برنگ کے آموں سے لدے ہوئے تھے یہاں کا آم بادشاہ یا سلاطین یا بیگمات کے سوا کسی کو میسّر نہیں آسکتا تھا۔ مرزا بار بار آموں کی طرف غور سے دیکھتے تھے بادشاہ نے پوچھا مرزا اس قدر غور سے کیا دیکھتے ہو۔ مرزا نے ہاتھ باندھ کر عرض کیا۔ پیر و مرشد یہ جو کسی بزرگ نے کہا ہے۔

ہر سر ہر دانہ بنوشتہ عیاں　　　کاین فلاں ابن فلاں ابن فلاں

اس کو دیکھتا ہوں کہ کس دانہ پر میرا اور میرے باپ دادا کا نام لکھا ہے یا نہیں، بادشاہ مسکرا دئیے اور اسی روز ایک بہنگی آموں کی مرزا کو بھجوائی۔

کیوں نہ دلّی میں ہر اک ناچیز نوابی کرے

بادشاہ کے یہاں ہر کہ و مہ کی پہنچ ہو گئی تھی۔ فرخ سیر کی پیری کے پیچھے بادشاہ کے منہ بہت لگ گئے تھے وہ فرقہ اہل نشاط سے تھے مگر نوابی کا دم بھرتے۔ کچھ سر زدوں طرح شعرا کو بھی اپنا ہم نشین بنا رکھا تھا مگر شعرا کے منہ بہت آتے مرزا پر بھی ڈورے ڈالے مگر انہوں نے منہ نہ لگایا:۔

بادشاہی کا جہاں یہ حال ہو غالب تو پھر　　　کیوں نہ دلّی میں ہر اک ناچیز نوابی کرے

بیسنی روٹی

مرزا صاحب کو بادشاہ کے یہاں دن بدن تقرب حاصل ہونے لگا تھا ایک دن بادشاہ نے ان کو چوبدار کے ہاتھ بیسنی روٹیاں بھیجیں جب چوبدار مرزا صاحب کو بیسنی روٹیاں دیکر چلا گیا تو ایک دیہاتی طالب علم نے جو مرزا صاحب سے پڑھتا تھا اور وہیں موجود تھا۔ مرزا صاحب سے پوچھا کہ بیسنی روٹیاں ایسی کیا نادر چیز ہے کہ بادشاہ کی سرکار سے تحفہ کے طور پر تقسیم ہوتی ہے۔ مرزا صاحب نے کہا :۔

"ارے احمق چنا وہ چیز ہے کہ اس نے ایک دفعہ جناب الٰہی میں فریاد کی تھی کہ دنیا میں مجھ پر بڑے ظلم ہوتے ہیں۔ دلتے ہیں، پیستے ہیں، بھونتے ہیں، پکاتے ہیں اور مجھ سے سینکڑوں کھانے کی چیزیں بنا کر کھاتے ہیں۔ جیسا مجھ پر ظلم ہوتا ہے۔ ایسا کسی پر نہیں ہوتا۔ وہاں سے حکم ہوا کہ اسے چنے تیری خیر اسی میں ہے کہ ہمارے سامنے سے چلا جائے ورنہ ہمارا بھی یہی جی چاہتا ہے کہ تجھ کو کھا جائیں"

مرزا نے ان بیسنی روٹیوں کے شکریہ میں ذیل کا قطعہ بادشاہ کے حضور پڑھا۔

نہ پوچھ اس کی حقیقت حضور والا نے   مجھے جو بھیجی ہے بیسن کی روغنی روٹی
نہ کھاتے گیہوں نکلتے نہ خلد سے باہر   جو کھاتے حضرت آدم یہ بیسنی روٹی

~~~~~ ؂ (ختم) ؂ ~~~~~
~~~~~

گدھے کی لات

مرزا غالب نے قاطع برہان کیا لکھی فارسی دانوں میں ایک آگ سی لگ گئی بہت سے لوگوں نے اس کے جواب لکھے مگر وہ بات کہاں۔ مولوی مدن کی سی منہ چڑھایا ہے۔ جواب بن پڑا نہ گالیوں پر اتر آئے۔ مولوی امین الدین کی برہان قاطع ایسی ہی ہے۔ مرزا صاحب نے اس طرف توجہ بھی نہ کی۔ ایک مقرب خاص نے کہا۔ کہ آپ نے معین الدین کی کتاب کا جواب نہ لکھا فرمایا "بھائی اگر کوئی گدھا تمہارے لات مارے تو تم اس کا کیا جواب دو گے۔"

میاں مٹھو

جاڑے کا موسم تھا۔ ایک طوطا پنجرے میں سردی کے مارے پروں میں منہ چھپائے بیٹھا تھا۔ مرزا صاحب طوطے سے کہنے لگے "میاں مٹھو تمہارے جورو نہ بچے تم کس فکر میں یوں سر جھکائے بیٹھے ہو"

شیطان غالب ہے

رمضان کا مہینہ تھا مرزا نواب حسین مرزا صاحب کے یہاں بیٹھے تھے۔ پان منگا کر کھایا۔

ایک صاحب فرشتہ سیرت نہایت متقی و پرہیزگار اس وقت حاضر تھے انھوں نے متعجب ہو کر پوچھا "قبلہ آپ روزہ نہیں رکھتے" مسکرا کر بولے "شیطان غالب ہے"

ماورالنہری

ایک بار بہادر شاہ نے دربار میں ذکر کیا کہ مرزا اسد اللہ خاں شیعہ ہیں مرزا کو خبر لگ گئی گھبرا گئے اور موقع سے چند رباعیاں حضور میں گذرانیں۔

جن لوگوں کو ہے مجھ سے عداوت گہری کہتے ہیں مجھے وہ رافضی اور دہری
دہری کیونکر ہو جو کہ ہووے صوفی شیعی کیونکر ہو ماورالنہری

بیسنی کی ٹکیاں

ایک دن ابوظفر بہادر شاہ نے مرزا کو بیسن کی روٹی سالن کے لئے بھیجی شکریہ میں کہتے ہیں ؎

ان بیسنی روٹیوں کو کوئی کیا جانے بھیجے ہیں جو ارمغاں شہ والا نے
گن کر دیویں گے ہم دعائیں سو بار فیروزے کی تسبیح کے ہیں یہ دانے

سال گرہ

بہادر شاہ کی سال گرہ کی تقریب تھی مرزا صاحب بھی بلائے گئے تحفہ تحائف حضور میں گزارے۔ مرزا نے بھی اپنی فکر پیش کی ؎

حق شہ کی بقا سے خلق کو شاد کرے | تا شاہ شیوعِ دانش و داد کرے
یہ دی جو گئی ہے رشتۂ عمر میں گانٹھ | ہے صفر کہ افزائشِ اعداد کرے

...... ٭ (٭) ٭ ......

ولی

ایک دن بادشاہ کے حضور میں مرزا صاحب بیٹھے تھے۔ بادشاہ نے کہا۔ "مرزا کوئی نیا کلام سناؤ۔"

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصالِ یار ہوتا | اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا
یہ مسائلِ تصوف یہ ترا بیان غالب | تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

بہادر شاہ نے ہنس کر فرمایا "بھئی ہم تو جب بھی ایسا نہ سمجھتے" مرزا بولے "حضور تو اب بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں مگر یہ اس لئے ارشاد ہوا کہ کہیں میں اپنی ولایت پہ مغرور نہ ہو جاؤں۔"

تجھ کو شرفِ مہرِ جہاں تاب مبارک
غالب کو ترے عتبۂ عالی کی زیارت

سکہ

ہنگامہ ۱۸۵۷ء رونما ہوا بہادر شاہ نے اپنی عام شاہنشاہیت کا اعلان کیا۔ قلعہ معلیٰ میں دربار کیا گیا۔ مرزا صاحب خود تو خوف کے مارے گئے نہیں، سکہ کہہ کر حضور میں بھیجدیا۔

بزر زد سکۂ کشور ستانی سراج الدین بہادر شاہ ثانی۔

۱۲۷۳

علی بہادر خاں

نواب علی بہادر خاں رئیس باندہ علمی ذوق کے بزرگ تھے شعر و سخن سے شوق تھا۔ منیر شکوہ آبادی سے تلمذ تھا۔ مرزا صاحب کو ان سے خصوصیت تھی۔ ہنگامہ میں علی بہادر خاں نے بلوائے عام میں حصہ لیا۔ بعد تسلط نظر بند کئے گئے۔ ان دنوں جب پکڑا گیا دار کا سزاوار ہوا مرزا نے ایک غزل کہی اس میں مقطع میں نواب کو مخاطب کیا ؎

حیران ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں

غالبؔ خدا کرے سوار سمند ناز
دیکھوں علی بہادر عالی گہر کو میں

دردِ جدائی اسداللہ خاں نہ پوچھ

بہادر شاہ رنگون سدھارے مرزا صاحب کو بڑا قلق ہوا مگر کسی سے کچھ کہہ نہیں سکتے تھے خود جان کے لالے پڑے تھے بیچینی اور کرب کو اس طرح ادا کیا۔

ہندوستان سایۂ گل پائے تخت تھا — جاہ و جلال عہدِ وصالِ بتاں نہ پوچھ
ہر داغِ تازہ یک دلِ انتظار ہے — عرضِ فضائے سینۂ درد امتحاں نہ پوچھ
کہتا تھا کہ وہ محرمِ راز اپنے سے کہاں — دردِ جدائی اسداللہ خاں نہ پوچھ

۰۰۰۰۰۰۰ ❊ ۰۰۰۰۰۰۰

باغی مسلمان

غدر کے بعد جبکہ پنشن بند تھی اور دربار میں شریک ہونے کی اجازت ہوئی تھی۔ پنڈت موتی لعل میر منشی لفٹنٹ پنجاب مرزا صاحب سے ملنے کو آئے کچھ پنشن کا ذکر چلا مرزا صاحب نے کہا تمام عمر میں ایک دن شراب نہ پی ہو تو کافر اور ایک دفعہ نماز پڑھی ہو تو گنہگار پھر میں نہیں جانتا کہ سرکار نے کس طرح مجھے باغی مسلمانوں میں شمار کیا۔"

۰۰۰ ❊ ۰۰۰

آدھا مسلمان

ہنگامہ کے بعد بکڑ دھکڑ ہونے لگی مرزا صاحب بھی بلائے گئے کرنل براؤن کے روبرو گئے تو اس وقت کلاہ پاپاخ ان کے سر پر تھی۔ انہوں نے مرزا کی نئی وضع دیکھ کر پوچھا کہ "ول تم مسلمان ہ؟" مرزا نے کہا: "آدھا"۔ کرنل نے کہا "اس کا مطلب" مرزا بولے "شراب پیتا ہوں سور نہیں کھاتا" کرنل یہ سنکر ہنسنے لگا اور آپ کو اعزاز کے ساتھ رخصت کیا۔

(۱۸۵۷ء) (دہلی)

پاؤں دابنے کی اجرت

مرزا کے خاص خاص شاگرد اور دوست جن سے نہایت بے تکلفی تھی اکثر شام کو ان کے پاس جاکر بیٹھتے اور مرزا سرور کے عالم میں اس وقت بہت پُر لطف باتیں کیا کرتے تھے۔

ایک روز میر مہدی مجروح بیٹھے تھے اور مرزا پلنگ پر پڑے ہوئے کراہ رہے تھے میر مہدی پاؤں دابنے لگے۔ مرزا نے کہا "بھئی تو سید زادہ ہے مجھے کیوں گنہگار کرتا ہے" انہوں نے نہ مانا اور کہا "آپ کو ایسا خیال ہے تو پیر دابنے کی اجرت دیدیجئے گا" مرزا نے کہا "ہاں اس کا مضائقہ نہیں" جب وہ پیر داب چکے انہوں نے اجرت طلب کی مرزا نے کہا "بھیا کیسی اجرت تم نے میرے پاؤں دابے میں نے تمہارے پیسے

دا پسے حساب برابر ہوا۔"

(×)(۰ہ۰)(×)

خدا کے سپرد

نواب یوسف علی خاں کا انتقال ہو گیا۔ مرزا صاحب تعزیت کے لیئے رام پور گئے چند روز بعد نواب کلب علی خاں مرحوم کا نواب لفٹننٹ گورنر سے ملنے کو بریلی جانا ہوا ان کی روانگی کے وقت مرزا بھی موجود تھے چلتے وقت نواب صاحب نے معمولی طور پر مرزا سے کہا "خدا کے سپرد" مرزا نے کہا "حضرت خدا نے تو مجھے آپ کے سپرد کیا ہے آپ پھر الٹا مجھ کو خدا کے سپرد کرتے ہیں۔"

لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُولَدْ

ایک خط میں نواب امین الدین خاں کو لکھتے ہیں۔

"آج تم دونوں بھائی اس خاندان میں شرف الدولہ اور فخر الدولہ کی جگہ ہو ہیں لم یلد ولم یولد ہوں"

(×)(۰ہ۰)(×)

آپ کو

لکھنؤ کی ایک صحبت میں دلی اور لکھنؤ کی زبان پر گفتگو چھڑی ایک صاحب نے

مرزا سے کہا کہ جس موقعہ پر اہل دلّی "اپنے تئیں" بولتے ہیں وہاں اہل لکھنؤ "آپ کو" بولتے ہیں آپ کی رائے میں رائے میں "فصیح" "آپ کو" ہے یا "اپنے تئیں"۔ مرزا صاحب نے کہا۔ "فصیح تو یہی معلوم ہوتا ہے جو آپ بولتے ہیں مگر اس میں دقّت یہ ہے کہ مثلاً آپ میری نسبت یہ فرمائیں کہ میں آپ کو فرشتہ خصائل جانتا ہوں اور میں اس کے جواب میں اپنی نسبت یہ عرض کروں کہ میں تو آپ کو کتے سے بھی بدتر سمجھتا ہوں۔ تو سخت مشکل واقع ہو گی میں تو اپنی نسبت لکھوں گا، اور آپ ممکن ہے کہ اپنی نسبت سمجھ جائیں" سب حاضرین یہ لطیفہ سنکر پھڑک گئے ۱؎

رتھ مذکر و مؤنث

دلّی میں رتھ کو بعضے مؤنث اور بعض مذکر بولتے ہیں کسی نے مرزا صاحب سے پوچھا کہ "حضرت! رتھ مؤنث ہے یا مذکر؟" آپ نے کہا "بھیا! جب رتھ میں عورتیں بیٹھی ہوں تو مونث کہو اور جب مرد بیٹھیں تو مذکر سمجھو۔"

گھڑا کھانا

جب غدر میں دہلی لٹنے لگی تو مرزا صاحب کی بیگم نے اپنی قیمتی اشیاء اور زیورات

۱؎ یادگار غالب صفحہ ۲۶

زمین میں گاڑ دے فتح مند سپاہیوں کو خبر ہو گئی اور انہوں نے سب کچھ کھود کر نکال لیا مرزا صاحب کو تنگدستی نے آن گھیرا اور وہ بیچارے کپڑے بیچ بیچ کر گزارہ کرنے لگے مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ اس ناداری کے زمانہ میں جس قدر کپڑا اوڑھنا اور بچھونا گھر میں تھا سب بیچ بیچ کر کھا گیا گویا اور لوگ روٹی کھاتے تھے اور میں کپڑا کھاتا تھا۔

~~~~ ٭ (بند) ٭ ~~~~

ناصر علی

مولانا فضل حق خیر آبادی باوجود ہمہ علم و فضل مرزا صاحب کو بڑے رتبے کا شاعر مانتے تھے۔ مولانا کے ایک شاگرد ناصر علی سرہندی نے کسی شعر کے معنی مرزا صاحب سے جا کر پوچھے۔ انہوں نے کچھ معنی بیان کئے اس نے وہاں سے آ کر مولانا سے کہا "آپ مرزا صاحب کی سخن فہمی اور سخن سنجی کی اس قدر تعریف کیا کرتے ہیں آج انہوں نے ایک شعر کے معنی بالکل غلط بیان کئے اور پھر وہ شعر پڑھا اور جو کچھ مرزا نے اس کے معنی کہے تھے بیان کئے۔ مولانا نے فرمایا پھر ان معنوں میں کیا برائی ہے۔ اس نے کہا برائی تو کچھ ہو یا نہ ہو مگر ناصر علی کا یہ مقصود نہیں ہے" مولانا نے کہا" اگر ناصر علی نے وہ معنی مراد نہیں لئے جو مرزا نے سمجھے ہیں تو اس نے سخت غلطی کی۔

~~~~ ٭ ~~~~

شیخ علی حزیں

حکیم مومن خاں کے یہاں کچھ اہل علم جمع تھے مرزا صاحب کا ذکر آیا اور ان کا

یہ شعر پڑھا گیا ؎

تو بدیں شیوۂ گفتار کہ داری غالبؔ　　گر ترقی نہ کنم شیخ علی حزیں را مانی

مومن خاں کہنے لگے مرزا نے سچ کہا، یہ شیخ علی حزیں کے مثل تھے۔۔۔؟

~~~ (٭) ~~~

پھانسی کا پھندا

کسی نے امراؤ سنگھ نام ایک شاگرد کی دوسری بی بی کے مرنے کا حال مرزا
کو لکھا اور اس میں یہ بھی لکھا کہ اس کے ننھے ننھے بچے ہیں اب اگر تیسری شادی نہ کرے
تو کیا کرے اور بچوں کی کس طرح پرورش ہو۔ مرزا اس کے جواب میں لکھتے ہیں۔
"امراؤ سنگھ کے حال پر اس کے واسطے رحم اور اپنے واسطے رشک آتا ہے کہ
اللہ اللہ ایک وہ ہیں کہ دو دو بار ان کی بیڑیاں کٹ چکی ہیں اور ایک ہم ہیں کہ
ایک پچاس برس سے جو پھانسی کا پھندا گلے میں پڑا ہے تو نہ پھندا ہی ٹوٹتا
ہے نہ دم ہی نکلتا ہے۔ اس کو سمجھاؤ کہ بھائی تیرے بچوں کو میں پال لوں گا تو کیوں
بلا میں پھنستا ہے۔"

~~~

بسمل

ایک دن کا ذکر ہے مرزا صاحب کے پاس فرخ مرزا بیٹھے ہوئے تھے فرخ
مرزا نے پوچھا، حضرت بسمل کے کیا معنی ہیں۔ اس وقت مرزا کا تکیہ بر سر تکیے

اور ٹانگیں سکڑی کئے ہوئے کسی قدر اوندھے بیٹھے تھے، کہنے لگے۔ جس حالت میں اس وقت میں ہوں سمجھ لو کہ اس حالت والے کو بسمل کہتے ہیں۔

تف بریں وبا

ایک دفعہ دہلی میں وبا پھیلی میر مہدی مجروح نے بذریعہ خط مرزا سے پوچھا کہ حضرت وبا شہر سے دفع ہوئی یا ابھی موجود ہے۔ مرزا صاحب نے جواب لکھا: بھئی کیسی وبا جب مجھ سے چھیاسٹھ برس کے بڈھے اور چوسٹھ برس کی بڑھیا کو نہ مار سکی تو تف بریں وبا۔"

وبائے عام میں مرنا کسر شان تھی

مرزا صاحب نے اپنی تاریخ وفات کا مادہ ۱۲۶۹ھ میں نکالا جس سے ۱۲۷۷ نکلتے تھے اس زمانہ میں شہر میں وبا پھیلی ہوئی تھی۔ مرزا صاحب محفوظ تھے۔ ایک دوست کو لکھا جس کو یہ مادہ تاریخ معلوم تھا" میاں ۱۲۷۷ھ کی بات غلط نہ تھی مگر میں نے وبائے عام میں مرنا اپنے لائق نہ سمجھا۔ واقعی اس میں میری کسر شان تھی۔

پنجابی مثل

ایک صاحب کو خط میں لکھتے ہیں ۔

" پنشن مِل جائے حواس ٹھکانے ہو جائیں تو کچھ فکر کروں "

" پیٹ پڑیں روٹیاں تو سبھی گلاں موئیاں ۔"

~~~~ × ❊ × ~~~~

چودہ طبق روشن

ایک دفعہ مرزا صاحب کے ایک شاگرد نے مرزا سے کہا کہ " حضرت آج میں امیر خسرو کی قبر پر گیا تھا۔ مزار پر کھِرنی کا درخت ہے۔ اس کی کھِرنیاں میں نے خوب کھائیں۔ کھِرنیوں کا کھانا تھا کہ گویا فصاحت و بلاغت کا دروازہ کھُل گیا ۔ دیکھئے تو مَیں کیسا فصیح ہو گیا ہوں ۔

مرزا صاحب نے کہا " ارے میاں تین کوس کیوں گئے۔ میرے پچھواڑے کے پیپل کی پیپلیاں کیوں نہ کھالیں۔ چودہ طبق روشن ہو جاتے ۔"

~~~~ × (❊) × ~~~~

پنشن

مفتی صدر الدین خاں آزردہ مرزا غالب کے مکان کے سامنے سے گذرے مگر چونکہ

اس وقت جلدی میں تھے لہذا انھوں نے مرزا غالب کے پاس ٹھہرنا ضروری نہ سمجھا۔ کہاروں سے تاکید کی کہ جلد چلو وہ کندھا بدلنے لگے مگر آزردہ کو جلد گھر پہنچنا تھا ان کو کندھا بدلنے نہ دیا۔ مرزا غالب یہ حال اپنے مکان کے غرفہ سے دیکھ رہے تھے۔ فوراً یہ شعر کہہ کر رقعہ لکھا اور آدمی کے ہاتھ مفتی صاحب کے پاس بھیجدیا۔

پینس میں گذرتے ہیں جو کوچے سے وہ میرے
کندھا بھی کہاروں کو بدلنے نہیں دیتے

آزردہ نے شعر پڑھا اور اسی وقت مرزا صاحب کے پاس آئے اور مجبوری کا اظہار کیا اور ایسی معذرت کی کہ مرزا صاحب خوش ہو گئے۔ دوست کو رضامند کر کے آزردہ مکان لوٹ آئے۔

خضر سلطان

قلعہ معلیٰ میں حضرت ذوق کی شاعری کی گرم بازاری تھی، بادشاہ اور شہزادہ آئے دن مشاعرہ کیا کرتے۔ جناب ذوق کی یہ کوشش رہتی کہ مرزا اسد اللہ خاں غالب کا چراغ قلعہ میں نہ چلے تو مرزا کے ریختہ پر اپنے شاگردوں میں بیٹھ کر حرف گیری کیا کرتے خضر سلطان کو مرزا سے حسن عقیدت تھی۔ انھوں نے قلعہ والوں کی باتیں مرزا سے جا لگائیں، اس پر مرزا فرماتے ہیں۔

فارسی بیں تا بہ بینی نقش ہائے رنگ رنگ
بگذر از مجموعۂ اردو کہ بے رنگ من است

راست می گویم من واز راست سر نتواں کشید
ہرچہ در گفتار فخر تست آں ننگ من است

کاغذی پیرہن

میرے والد مولوی اکرام اللہ مرحوم فرماتے تھے۔

"ایک دن مرزا صاحب کے یہاں اِن کے احباب جمع تھے۔ سخن فہمی اور شعر گوئی پر بحث چھڑ گئی، فارسی گو شعراء کا کلام پڑھا جانے لگا۔ ایک صاحب نے بابا فغانی کا یہ شعر پڑھا:۔

تاکہ دست قدر از دست تو برلود قلم
کاغذیں پیرہن از دست قد باد مرا

ایک دوسرے صاحب نے کہا حضرت البہاہی کمال اسمٰعیل نے بھی لکھا ہے اس میں نئی بات کاغذی پیرہن اور کاغذی جامہ کی ہے۔ اب تک ہندوستان کے شعراء اِس پر نہ لکھ سکے مرزا صاحب نے فی البدیہہ فرمایا:۔

نقش فریادی ہے کس کی شوخیٔ تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا

ہر ایک شخص نے اس فکر کی داد دی اور شعرائے فارس سے بڑھ کر کہنے پر مسرّت کا اظہار کیا۔

آپ شہید کب ہوئے

مرزا غالب کو مولانا غلام امام شہید سے بھی مرزا قتیل کی بدولت کہ ایک

مرتبہ آپ نے خاص ظریفانہ انداز میں دریافت کیا۔ حضرت "آپ شہید کب ہوئے اور کیونکر ہوئے" مولانا شہید نے جواب دیا کہ جب سے "کافر غالب ہوئے"۔
اور مرزا صاحب کا یہ شعر لکھ کر بھیجدیا۔

با من ما در برائے پدر فرزند آور را نگرد
ہر کس کہ شد صاحب نظر دین بزرگان خوش نکرد

مرزا نے پڑھا اور مسکرا کر رہ گئے۔

(×) ٭ (×)

مجروح و غالبؔ

مرزا غالب میر مہدی مجروح کے یہاں گئے۔ مجروح بے حد خوش ہوئے اُستاد کی خاطر مدارات کے بعد مرزا صاحب کی اصلی تواضع نہ کرسکے تو ایک غزل سنائی۔ اس کا مقطع کہتے ہیں ؎

غالب آئے ہیں لاؤ اے مجروح
بادۂ ناب میں ملا کے گلاب

مرزا صاحب مسکرا دیئے اور رخصت ہو آئے۔

٭ ٭ ٭

چھٹ ماہی

مرزا تفتہ کو لکھتے ہیں :-

رسم ہے مردہ کی چھ ماہی ایک
خلق کا ہے اسی چلن پہ مدار
مجھ کو دیکھو کہ ہوں بقید حیات
اور چھ ماہی ہو سال میں دو بار

اب اس میں دم کیا ہے

بنام مرزا حاتم علی مہر

بہت سہی غم گیتی شراب کم کیا ہے
غلام ساقی کوثر ہوں مجھکو غم کیا ہے
سخن میں خامۂ غالب کی آتش افشانی
یقین ہے ہم کو بھی لیکن اب اس میں دم کیا ہے

نکمّا کر دیا

مرزا تفتہ جو کچھ ہم نے لکھا یہ بیدردی ہے بدگمانی ہے۔ معاذ اللہ تم سے اور آزردگی مجھ کو اس پر ناز ہے کہ میں ہندوستان میں ایک دوست صادق الولا رکھتا ہوں جس کا ہر گوپال نام اور تفتہ تخلص بھائی اب مجھ میں کچھ باقی نہیں۔ برسات کی مصیبت گذر گئی۔ لیکن بڑھاپے کی شدت بڑھ گئی۔ تمام دن پڑا رہتا ہوں۔ بیٹھ نہیں سکتا۔ اس لئے لیٹے لیٹے لکھتا ہوں۔ ضعف نے غالبؔ نکمّا کر دیا۔ ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

بنام مرزا شہاب الدین احمد خاں

رقعہ کا جواب کیوں نہ بھیجا تم نے ثاقب حرکت یہ کی ہے بیجا تم نے
حاجی کلّو کو دے کے بے وجہ جواب غالب کا پکا دیا کلیجہ تم نے

سنتے ہو تراویح میں کتنا قرآن

اے روشنی دیدہ شہاب الدین خاں کٹتا ہے بتاؤ کس طرح سے رمضاں
ہوتی ہے تراویح سے فرصت کب تک سنتے ہو تراویح میں کتنا قرآن

بنام حضرت علائیؒ

"مری جان . . . . . بس پچاس برس کی بات ہے کہ الٰہی بخش خاں مرحوم نے ایک زمین نئی نکالی میں نے حسب الحکم غزل لکھی بیت الغزل یہ ہے؛

پلا دے اوک سے ساقی جو ہم سے نفرت ہے پیالہ گر نہیں دیتا نہ دے شراب تو دے

مقطع یہ ہے

اسدؔ خوشی سے مرے ہاتھ پاؤں پھول گئے کہا جو اس نے ذرا میرے پاؤں داب تو دے

اچھی جورو بُرے خاوند

مرزا تفتہؔ کو لکھتے ہیں:-

"لاحول ولا قوۃ کس ملعون نے بسبب ذوق شعر اشعار کی اصلاح منظور رکھی اگر میں شعر سے بیزار ہوں تو میرا خدا مجھ سے بیزار۔ میں نے تو بطریق قہر درویش بجان درویش لکھا تھا جیسے اچھی جورو برے خاوند کے ساتھ مرنا بھرنا اختیار کرتی ہے میرا تمہارے ساتھ وہ معاملہ ہے۔"

~~~ × (※) × ~~~

دوکان بے رونق

مرزا تفتہ :-

"حضرت اس قصیدہ کی جتنی تعریف کروں کم ہے۔ کیا کیا شعر نکالے ہیں۔ لیکن افسوس کہ بے محل اور بے جا ہے۔ اس مدح اور اس ممدوح کا بعینہٖ وہ حال ہے کہ ایک مزبلہ پر بسبب کایا ہی کا درخت اُگ جائے۔
خدا تم کو سلامت رکھے دوکان بے رونق کے خریدار ہو"

~~~ (※) ~~~

کیمیا و سیمیا

بھائی کیمیا و سیمیا خرافات ہے اگر ان کی کچھ اصل ہوتی تو ارسطو اور افلاطون اور بو علی بھی کچھ اس باب میں لکھتے۔ کیمیا اور سیمیا دو علم شریف ہیں، جو اشیا کی تاثیر سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ کیمیا جو اسما سے متعلق ہو وہ سیمیا۔

جاں غم سیمیا نخورد گے　　　　دل سوئے کیمیا نیاوردم

شعر بامعنی ہوگیا یہ نہ سمجھا کرو کہ اگلے جو لکھ گئے ہیں وہ حق ہے۔
کیا آگے آدمی احمق پیدا نہیں ہوتے تھے۔

خسرو و فیضی

اے کہ در راہ سخن چوں تو ہزار آمدہ رفت | ہرزہ مشتاب و پے جادہ شناساں بردار

اہل ہند میں سوائے خسرو دہلوی کے کوئی مسلم الثبوت نہیں۔ میاں فیضی کی بھی کہیں کہیں ٹھیک نکل جاتی ہے۔"

حمزہ خاں

بنام حضرت علائی

صاحب بہت دن سے تمہارا خط نہیں آیا۔ آپ کا وکیل بڑا چرب زبان ہے مقدمہ اس نے جیت لیا چنانچہ اس کی تحریر سے تم کو معلوم ہوا ہوگا۔ سنتا ہوں کہ حمزہ خاں کو ان دنوں علت مشایخ کا زور ہے اور سعدی کی اس بات پر عمل کرتے ہیں۔

کسانیکہ یزداں پرستی کنند | بآواز دولاب مستی کنند

ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

نواب کلب علی خاں بہادر مرحوم و مغفور کو لکھتے ہیں ۔

"حضرت ولی نعمت آیۂ رحمت سلامت"

۔۔۔ آپ کے غلام زرخرید یعنی حسین علی خاں کی منگنی ہوگئی اور اپنے کنبے میں ہوئی یعنی نواب احمد بخش خاں مرحوم کے حقیقی بھائی کی پوتی سے اور جب کا جہینہ قرار پایا۔ اب میرے بڑھاپے اور میری مفلسی کی شرم آپ کے ہاتھ ہے ۔

نہ کہوں آپ سے تو کس سے کہوں — مدعائے ضروری الاظہار

تم سلامت رہو ہزار برس — ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

(۱۸۶۴ء)

چھپ جانا

خواجہ غلام غوث بیخبر کو لکھتے ہیں ۔

بندہ پرور اگر ایک بندہ قدیم کہ عمر بھر فرماں پذیر رہا ہو، بڑھاپے میں ایک حکم بجا نہ لاوے تو مجرم نہیں ہو جاتا۔ مجموعہ نثر اردو کا انطباع اگر میرے لکھے ہوئے دیباچہ پر موقوف ہے تو اس کا مجموعہ چھپ جانا بالفتح میں نہیں چاہتا بلکہ چھپ جانا بالضم چاہتا ہوں ۔ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ۔

رسم است کہ مالکان تحریر — آزاد کنند بندۂ پیر

۱؎ مکاتیب غالب صفحہ ۹۵

ابرِ مطیر

حضرت ولی نعمت آیۂ رحمت سلامت

بعد تسلیم معروض آنکہ منشورِ عطوفت نے ورود دلایا۔ تنخواہ جولائی ۱۸۶۵ء معمال کا روپیہ از روئے ہنڈی ملفوفہ معرضِ وصول میں آیا۔

اگرچہ یہاں مینہہ اس قدر برسا ہے کہ جس کے پانی سے زمیندار حاصل ربیع سے ہاتھ دھو لیں مگر چونکہ بفرمان ازلی مرے رزق کی برات آپ پر ہے اور آپ کے ملک میں بارش خوب ہوئی ہے، ابرِ رحمت کے شکریہ میں ایک قطعہ ملفوف اس غرض کے بھیجتا ہوں۔

قطعہ

مقام شکر ہے اے ساکنانِ خطۂ خاک
رہا ہے زور سے ابرِ ستارہ بار برس

کہاں ہے ساقیٔ مہوش کہاں ہے ابرِ مطیر
بیار لائی گلنار گون بسیار برس

خدا نے تجھ کو عطا کی ہے گوہر افشانی
در حضور پہ اے ابر بار بار برس

ہر ایک قطرہ کے ساتھ آئے حور و ملک
امیر کلب علی خاں جئیں ہزار برس

فقط ہزار برس پر کچھ انحصار نہیں
کئی ہزار برس بلکہ بے شمار برس

جناب قبلۂ حاجات اس بلاکش نے
بڑے عذاب سے کاٹے ہیں پانچ چار برس

شفا ہو آپ کو غالب کو بندِ غم سے نجات
خدا کرے کہ ایسا ہو سازگار برس

۱؎ مکاتیب غالب صفحہ ۵۷

دہلی میں

ایک موقعہ پر مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

ہے اب اس معمورہ میں قحط غم الفت اسد
ہم نے یہ مانا کہ دہلی میں رہیں کھائینگے کیا

قبالہ

ایک صاحب مرزا صاحب سے ملنے آئے۔ صبح سے دوپہر ہو گئی اٹھنے کا نام ہی نہ لیتے۔ مرزا عام معمولات روکے ہوئے بیٹھے ہوئے تھے۔ جب مرزا عاجز ہو گئے تو نوکر سے کہا صندوقچہ میں قبالہ اس مکان کا نکال کر آپ کے سپرد کر دو۔ وہ صاحب پشیماں ہو کر رخصت ہوئے۔"

فرمائش علائی

مرزا صاحب اپنا دیوان نقل کرا کر جناب علائی کے پاس بھیج چکے تھے۔ اس کے بعد پھر ان کی غزل کی فرمائش ہوئی۔ اس پر غزل لکھ کر خط میں رکھ کر ان کو بھیجدی مقطع میں اس کا اظہار بھی کر دیا ہے

ہم سے غالب یہ علائی نے غزل لکھوائی ایک بیدادِ گرِ رنج فزا اور سہی

+ (※) +

عرضِ ہنر

مرزا غالب نے مولانا فضل حق وغیرہ کے کہنے سننے سے اور زمانہ کو سادے مضامین کی طرف مائل دیکھنے سے سیدھے سیدھے صاف صاف شعر کہنے شروع کئے۔ تو اس افسوس کی وجہ سے فرماتے ہیں،

ہمارے شعر ہیں اب صرف دل لگی کے اسد
کھلا کہ فائدہ عرضِ ہنر میں خاک نہیں

ورثہ

مرزا صاحب نے تمام عمر نہ مکان بنایا نہ کوئی ضرورت سے زیادہ سامان خریدا کتاب تو کبھی بھی اپنے دام خریدی ہی نہ کی۔ چنانچہ آپ کے پاس کچھ نہ تھا۔ چنانچہ خود ہی اپنے ورثہ کی تصویر کھینچی ہے۔

چند تصویر بتاں چند حسینوں کے خطوط
بعد مرنے کے مرے گھر سے یہ ساماں نکلا

موت کی آرزو

مرزا صاحب آخر عمر میں بسبب ضعیفی اور کلفتوں کے موت کی بہت آرزو کرتے

مرتے ہیں آرزو میں مرنے کی
موت آتی ہے پر نہیں آتی

مرزا نے کئی دفعہ مرنے کی تاریخ کہی۔ مگر ہر دفعہ غلط نکلی۔ ۱۲۷۷ھ میں انھوں نے غالب مرد تاریخ کہی ان کے شاگرد منشی جواہر سنگھ جوہر نے ان سے کہا۔ کہ حضرت انشاء اللہ یہ مادہ بھی غلط ثابت ہو گا۔ وہ بولے دیکھو صاحب" تم ایسی فال بد منہ سے نہ نکالو اگر یہ مادہ ٹھیک نہ نکلا تو میں سر پھوڑ کر مر جاؤں گا۔"

خواجہ غلام غوث بیخبر کو لکھتے ہیں

من کہ باشم کہ جاوداں باشم	چوں نظیری نماند و طالب مرد
در بگویند در کدامی سال	مُرد غالب بگو کہ غالب مرد

آخر کش وہ دن آہی گیا۔

آہ غالب مرد

۱۲۸۵

(x) + (x) + (x)

دیوانِ خواجہ میر درد

خواجہ میر دردؔ سے پہلے اُردو شاعری میں تصوف کی حیثیت قال سے زیادہ نہ تھی۔ میر دردؔ نے اُس قال کو حال بنا دیا اور یوں اُردو شاعری میں انہوں نے اپنے لئے مستقل جگہ بنالی اپنے حدود میں ان کا کوئی حریف نہیں، وہ اردو کے سب سے بڑے صوفی شاعر ہیں۔ ان کی نگاہیں "دو تو گر پیکرِ محسوس" نہ تھیں اور ذاتِ باری سے ان کے عشق میں جذبہ کی وہی تندہی اور والہانہ انداز ملتا ہے، جو زمینی عشق کی خصوصیت سمجھا جاتا ہے۔ میر دردؔ نے تصوف میں عشقیہ شان اور آہنگ پیدا کی۔

اردو زبان کے معماروں میں بھی خواجہ دردؔ کا مقام بہت بلند ہے۔ انھوں نے اردو زبان میں وہ نزاکت پیدا کی کہ نازک ترین جذبات کا ان کی تمام لطافتوں کے ساتھ اظہار کیا جا سکے۔

قیمت: ایک روپیہ آٹھ آنے

حالی پبلشنگ ہاؤس اُردو بازار دہلی